انگولا کی آزادی

ڈاکٹر فیروز احمد

ابتدائیہ

گزشتہ چند مہینوں سے افریقہ کے ملک انگولا میں جو خانہ جنگی چل رہی تھی وہ اب ختم ہوگئی ہے۔ انگولا کی انقلابی تحریک آزادی ایم۔ پی۔ ایل۔ اے نے اپنی رقیب تنظیموں ایف۔ این۔ ایل۔ اے اور یونیٹا کو میدان جنگ میں شکست دے دی۔ اب دنیا کے اکثر ملک ایم۔ پی۔ ایل۔ اے کی قائم کردہ عوامی جمہوریہ انگولا کو اس ملک کی جائز حکومت کے طور پر تسلیم کرتے ہیں۔

اس خانہ جنگی میں رجعت پرست تنظیموں کی طرف سے امریکی نسل پرست جنوبی افریقہ اور زائر کی مداخلت اور ایم۔ پی۔ ایل۔ اے کیلئے کیوبا اور دوسرے سامراج دشمن ملکوں کی فوجی مدد کی وجہ سے انگولا کا مسئلہ کافی پیچیدہ ہوگیا تھا۔ اس مسئلہ کو سامراجیوں اور رجعت پرستوں نے اپنی پروپیگنڈہ کے ذریعہ اور بھی الجھانے کی کوشش کی۔

ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم سامراجیوں کی دی ہوئی پکی پکائی روٹی کھانے کے عادی ہوگئے ہیں۔ اگر ہم واقعی کسی مسئلہ کو سمجھنا چاہتے ہیں تو ہمیں محنت سے مطالعہ اور تحقیق کرنی ہوگی۔ انگولا کے مسئلے کو ہم فقط خانہ جنگی کے مختصر دور تک محدود کرکے نہیں سمجھ سکتے۔ ہمیں اس جزو کو کل کے ساتھ ملا کر جدلی انداز میں تجزیہ کرنا ہوگا۔ اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو ہم ترقی پسند کہلاتے ہوئے درحقیقت سامراجیوں اور نسل پرستوں کے ڈھنڈورچی بن جائیں گے۔

انگولا کا انقلاب بلاشبہ افریقہ کا سب سے اہم انقلاب ہے۔ اس کی کامیابی پر فقط اس کے اپنے عوام کے مستقبل کا انحصار ہے بلکہ اس پر موزمبیق کے انقلاب کی بقاء اور برصغیر جنوبی افریقہ کے غلام عوام کی آزادی کا دارومدار ہے۔ اس لئے ہر ترقی پسند اور سامراج دشمن فرد کا فرض ہے کہ وہ بلاتعصب، خلوص کے ساتھ اور سائنسی علمی انداز میں انگولا کے مسئلے پر غور کرے۔ ان ہی باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم نے یہ کتابچہ لکھا ہے۔ اس میں ہم نے انگولا کی تاریخ اور سماجی ڈھانچے کے پس منظر میں انگولا کی جدوجہد آزادی کے ارتقاء کی چھان بین کرنے کی اور زیادہ سے زیادہ حقائق جمع کرکے خانہ جنگی اور بیرونی مداخلت کے متعلق صحیح صورت حال بتانے کی کوشش کی ہے۔ اس کتابچہ کا مقصد آسان زبان میں ایک اہم انقلاب کا تجزیہ پیش کرنا ہے، خودنمائی کرنا نہیں ہے۔

جغرافیہ اہمیت اور مختصر تاریخ

انگولا کہاں ہے

چار لاکھ اکاسی ہزار مربع میل پر مشتمل یہ ملک رقبہ کے لحاظ سے پاکستان سے ڈیڑھ گناہ زیادہ بڑا ہے انگولا افریقہ کے جنوب مغرب میں بحرالاقیانوس پر واقع ہے۔ شمال اور شمال مشرق میں بارہ سو میل تک اس کی حدود زائر نامی ملک سے ملتی ہیں۔ اس کے جنوب مشرق میں زیمبیا ہے اور جنوب میں نمیبیا ہے جس پر جنوبی افریقہ کی نسل پرست حکومت کا ناجائز قبضہ ہے۔ کابندہ کے مشرق اور جنوب میں زائر ہے، شمال میں کانگو (برازوال) اور مغرب میں بحرالاقیانوس ہے۔ اس طرح سے زائر، کانگو، زیمبیا اور نمیبیا انگولا کے ہمسایہ ملک ہیں۔

انگولا کی جغرافیائی اور اقتصادی اہمیت

بحرالاقیانوس پر اس کا ایک ہزار میل لمبا ساحل ہونے کی وجہ سے اس عظیم سمندر کی آمدورفت میں انگولا کو لازماً ایک اہم مقام حاصل ہے لیکن فوجی ماہرین کا کہنا ہے کہ کسی عظیم عالمی طاقت کیلئے اس کی اہمیت فقط روایتی ہتھیار سے لڑی جانے والی عالمی جنگ کی صورت میں ہوسکتی ہے۔ لیکن اب اگر عالمی جنگ ہوئی تو لازمی طور پر اس میں ایٹمی ہتھیار استعمال کیے جائیں گے۔ اس لئے عظیم طاقتوں کیلئے انگولا کی وہ فوجی اہمیت نہیں ہے جو عام پروپیگنڈہ میں بتائی جاتی ہے۔

البتہ انگولا اپنے پڑوسی ممالک کیلئے نہایت اہم جغرافیائی اہمیت کا حامل ہے زیمبیا جو دونوں اطراف سے سمندر ساحل سے محروم ہے اپنی تجارت کیلئے انگولا کی بندرگاہوں اور بینگولا ریلوے کا اسی طرح سے محتاج ہے۔ جس طرح افغانستان پاکستان اور ایران کی بندرگاہوں اور نقل وحمل کے ذرائع کا محتاج ہے۔ اس طرح زائر کا بھی فقط ایک تنگ علاقہ سمندر میں ملتا ہے۔ اس لئے زائر بھی اپنی تجارت کیلئے انگولا کی ریلوے اور بندرگاہوں کو استعمال کرنے پر مجبور ہے۔ جنوب میں نمیبیا کے عوام جنوبی افریقہ کی نسل پرست حکومت کے خلاف اپنی آزادی کے لئے جدوجہد کررہے ہیں۔ ان کا مستقبل اور جنوبی افریقہ کا انجام انگولا میں رونما ہونے والے سیاسی حالات سے متاثر ہوتے ہیں۔

معاشی اعتبار سے انگولا افریقہ کے امیر ترین ملکوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ انگولا بنیادی طور پر ایک زرعی ملک ہے، کافی اب تک اس کی اہم ترین فصل ہے جس سے سامراجی ملکوں نے بہت نفع کمایا ہے۔ اسکے علاوہ گنا، کپاس، تمباکو اور سائسل کی کاشت بھی وسیع پیمانے پر کی جاتی ہے۔ سائسل سے رستی بنائی جاتی ہے۔ انگولا جنگلات کی دولت سے مالا مال ہے لیکن اس ملک کی سب سے اہم دولت اس کے معدنی ذرائع ہیں۔ کابینڈہ میں تیل کے وسیع ذخیرے موجود ہیں۔ حالیہ خانہ جنگی کے شروع ہونے سے پہلے یہاں سے روزانہ ڈیڑھ لاکھ بیرل تیل نکالا جاتا تھا جس کے عوض حکومت کو ہر روز ڈیڑھ کروڑ روپے ادا کئے جاتے تھے۔ گذشتہ چند سالوں میں تیل کے علاوہ ہیروں اور خام لوہے کی بڑھتی ہوئی مقدار بھی برآمد کی جاتی رہی ہے۔ خیال ہے کہ زائر اور زیمبیا کی طرح انگولا میں بھی تانبے کے بہت بڑے ذخیرے موجود ہیں اور سونا نکلنے کے بھی امکانات موجود ہیں۔

ان اسباب کی بناء پر سامراجی طاقتیں۔ جنوبی افریقی نسل پرست اور زائر اور زیمبیا کے رجعت پسند انگولا کو جدید سامراج کی شکارگاہ بنانے کی کوشش میں مصروف رہے ہیں۔

مختصر تاریخ

جنوبی انگولا کے کھوئی لوگوں کے علاوہ اس ملک کے تمام دوسرے لوگ مشترکہ نسلی اور

ثقافتی ورثہ کے مالک ہیں۔ ان کی زبانیں بھی آپس میں ملتی جلتی ہیں۔ یہ لوگ زمانہ قدیم سے یہاں آباد ہیں اور مختلف قبیلوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ ان قبیلوں میں سب سے اہم درمیانی علاقہ میں رہنے والے کمبنڈ وشمال میں رہنے والے بکانگو اور جنوب میں رہنے والے اوومبنڈو ہیں۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں یہاں مختلف افریقی سلطنتیں قائم رہی ہیں جن میں سے بکانگو لوگوں کی کانگو سلطنت خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

آج سے تقریباً پانچ سو سال پہلے پرتگالی جہاز راں اور تاجر دور دراز ملکوں کی دولت کی تلاش میں سفر کرتے ہوئے افریقہ، ہندوستان اور ایشیا کے دوسرے مقامات پر جا پہنچے۔ ہمارے یہاں یعنی برصغیر ہندو پاک میں تو وہ 1498ء میں پہنچے لیکن وہ انگولا میں 1473ء میں لنگر انداز ہو چکے تھے۔ اُس وقت بکانگو سلطنت اپنے عروج پر تھی اور اس کے ماتحت کئی ایک ذیلی بادشاہتیں بھی تھیں جن میں کمبنڈو لوگوں کی غنڈونگو بادشاہت بھی شامل تھی۔ کمبنڈوں کے بادشاہوں کو عنگولا کہا جاتا تھا جس کی وجہ سے پرتگالیوں نے اس ملک کا نام انگولا رکھ دیا۔

انگولا کے سماج میں اس وقت طبقاتی درجہ بندی موجود تھی لیکن یہ فرق سرمایہ دار اور مزدور کے فرق یا زمیندار اور کسان کے درمیان فرق کی طرح شدید نہیں تھا۔ زیادہ تر لوگ بغیر کسی استحصال کے کھیتی باڑی یا شکار کرکے اپنا گذارہ کرتے تھے بکانگو کے علاقہ میں ایک طرف کچھ رئیس لوگ تھے جن کو باقی لوگوں کے مقابلہ میں کافی مراعات حاصل تھیں اور دوسری طرف ایک چھوٹی تعداد ان لوگوں کو تھی جن کو مختلف سزاؤں کے نتیجے میں شہری حقوق سے محروم کردیا گیا تھا اور جن کی حیثیت تقریباً غلاموں کی طرح تھی۔ انہیں خرید وفروخت کیا جاسکتا تھا۔ بادشاہت اور مقامی چودھراہٹ موروثی چیزیں نہیں تھیں۔

پرتگالیوں نے اپنے خود غرض مقاصد کی خاطر بکانگو کی سماجی تفریق کو استعمال کرنا شروع کیا۔ انہوں نے برازیل اور ساؤتومے میں اپنے نئے گنے کے کھیتوں میں کام لینے کیلئے بکانگو کے نیم غلاموں کا کاروبار شروع کردیا، غلاموں کی تجارت میں انہوں نے بادشاہوں اور مقامی رئیسوں کو اپنا حصہ دار بنالیا اور پرتگالیوں کے اثر کی وجہ سے بادشاہت

اور مقامی سیاسی اقتدار موروثی رنگ اختیار کرگئے۔ اس طرح خود بکانگو کی اندرونی درجہ بندی کو پرتگالی سامراجیوں نے زیادہ مستحکم اور زیادہ ظالم بنادیا۔ غلاموں کے عوض وہ یورپ کے ملکوں سے مختلف اشیاء لاکر بادشاہوں اور رئیسوں کو فروخت کرتے تھے۔

پرتگالیوں کیلئے غلاموں کی مانگ دن بہ بدن بڑھتی گئی لیکن جب وہ اپنی تمام ضروریات بکانگو کے رد کئے ہوئے نیم غلاموں سے پوری نہ کرسکے تو انہوں نے بکانگو کے حکمرانوں کے ساتھ مل کر جنوب میں کمبنڈو لوگوں کو زبردستی غلام بنانے کی کوشش کی، کمبنڈو کی عنڈونگو بادشاہت نے ان کی پرتگالی جارحیت کے خلاف لڑتے رہے۔ آخرکار 1680ء میں بے انتہا قتل وغارت کے بعد پرتگالی کمبنڈوں کو مات کرنے میں کامیاب ہوگئے۔

اسکے بعد پرتگالیوں نے مزید علاقوں پر قبضہ جمالیا اور وہاں کے لوگوں کو غلام بنانا شروع کیا۔ اب پرتگالی نے فقط لوگوں کو غلام بنا کر بیرونی ملکوں میں فروخت کرتے تھے بلکہ خود انگولا میں گنے کی کاشت شروع کرکے اس پر غلاموں سے کام لینا شروع کیا۔ اس طرح انگولا کی تاریخ میں پہلی مرتبہ باقاعدگی سے غلامی کا نظام رائج کیا گیا۔ لوگوں کو غلام بنانے کے ساتھ ساتھ ان پر زبردستی عیسائی مذہب بھی تھونپا گیا۔

لیکن پرتگالیوں کا یہ قبضہ زیادہ تر ساحلی علاقوں تک محدود رہا۔ 1841ء تک انگولا کے درمیانی علاقے میں کل 1832ء گورے لوگ موجود تھے۔ مشرقی علاقے میں اُن کی کل تعداد 6 تھی۔ اس بہت بڑے علاقے میں پرتگالیوں کا قبضہ 1920ء کے بعد ہی جاکر مکمل ہوا۔ اس لئے یہ کہنا غلط ہے کہ پرتگالی انگولا پر 500 سال تک قابض رہے۔

نوآبادیاتی اور سامراجی نظام

انگولا میں باضابطہ طور پر نوآبادیاتی نظام کی تعمیر 1927ء میں پرتگال میں سالازار کی فاشی آمریت کے قائم ہونے کے بعد شروع ہوئی۔ سالازار کی پالیسی کے تحت پرتگال کے معاشی مسائل حل کرنے کیلئے انگولا، موزمبیق اور دوسری نوآبادیوں کی لوٹ کھسوٹ تیز کردی گئی اور اس کے ساتھ ساتھ تشدد کا استعمال بھی بڑھا دیا گیا۔ پرتگالی گورے لوگوں کو بڑی

تعداد میں انگولا میں بسایا گیا اور افریقی عوام کی زمینیں اور جائداد چھین کر ان میں تقسیم کی گئیں۔ اس ظلم اور لوٹ مار سے مستفید ہونے والوں میں بہت سے پرتگالی محنت کش بھی تھے جو اپنی معاشی مجبوریوں کی وجہ سے اپنے حکمران طبقے کے ساتھ مل کر انگولا کے عوام کے خلاف اس مجرمانہ حرکت میں شریک ہوگئے تھے۔ 1940ء تک انگولا میں گوروں کی تعداد بڑھ کر 44 ہزار ہوگئی تھی ء، 1950ء تک 78 ہزار، 1955ء تک ایک لاکھ دس ہزار اور 1965ء تک دو لاکھ ہوگئی۔

سالازار کا دور خود پرتگال کے عوام کیلئے ایک نہایت تاریک، ظالمانہ اور مصیبتوں کا دور تھا۔ پرتگال میں خود کسی قسم کے جمہوری حقوق کا وجود باقی نہیں رہا تھا۔ مفلسی، ناانصافی اور تشدد کے خلاف آواز بلند کرنے کی اجازت بھی نہیں تھی۔ لیکن انگولا، موزمبیق، گنی بساؤ اور ساؤتومے پر جو مظالم ہورہے تھے وہ اس سے بھی سینکڑوں درجہ شدید اور دردناک تھے، کالی چمڑی والے انگولائی کو تو انسان بھی نہیں سمجھا جاتا تھا۔ ان میں سے فقط چند مراعات یافتہ لوگوں کو جن کا تناسب ایک فیصد سے بھی کم تھا، مہذب تصور کیا جاتا تھا۔ 1958ء میں تقریباً 40 لاکھ کالے انگولائیوں میں سے فقط 56 ہزار ایسے تھے جن کو پرتگالی حکمران ''مہذب'' سمجھتے تھے لیکن ان میں سے فقط 1101 میٹرک پاس تھے اور 47 پرتگال میں کالج اور یونیورسٹی کی تعلیم حاصل کرچکے تھے یا کررہے تھے۔ انگولا میں 1965ء تک کوئی اعلیٰ تعلیم کا ادارہ نہیں تھا۔ اسپتال اور ڈاکٹر فقط پرتگالی امیروں کیلئے مخصوص تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ہر ایک سو شیرخوار بچوں میں سے 60 اپنی زندگی کا پہلا سال پورا کرنے سے پہلے ہی مرجاتے تھے۔

غرض کہ انگولا کے عوام کیلئے لوٹ کھسوٹ، بھوک، افلاس، بیماری، ناخواندگی، پسماندگی اور ظلم کا دور دورہ تھا۔ سالازار اور پرتگالی حکمران طبقہ اس اندھیر نگری کو مہذب اور تہذیب کے نام پر جائز قرار دیتے تھے۔

1968ء میں شدید بیماری کی وجہ سے سالازار 40 سال تک وحشیانہ آمریت کرنے کے بعد مکمل طور پر معزور ہوگئے، ان کی جگہ ان کے دست وباز و مارسیلو کائتانو وزیراعظم مقرر ہوئے۔ لیکن پرتگال اور پرتگالی نوآبادیوں میں کوئی سیاسی فرق نہیں آیا۔ ظلم اور لوٹ مار اسی

طرح جاری رہی۔ انگولا میں پرتگالی آبادکاروں کی تعداد بڑھ کر 1974ء میں لگ بھگ 4لاکھ تک پہنچ گئی۔

امریکی سامراج کا تسلط

پرتگالی استعماریت کا ذکر کرتے وقت ایک خاص بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ اگرچہ پرتگال کی طرف سے ہونے والی دوسرے ملکوں پر جارحیت، قبضہ، لوٹ کھسوٹ اور ظلم کو عام زبان میں سامراجیت کہا جاسکتا ہے لیکن جدید انقلابی سائنسی نقطہ نظر سے سامراجی ان ملکوں کو کہا جاتا ہے جہاں سرمایہ داری بہت زیادہ ترقی کر لینے کے بعد اجارہ داری کی صورت اختیار کر جائے جہاں مالیاتی سرمایہ تجارتی اور صنعتی سرمایہ پر فوقیت اختیار کر جائے اور جہاں منافع بڑھانے کی خاطر بیرونی ملکوں میں سرمایہ کاری کرنا ناگزیر ہوجائے۔ ایسی صورت میں یہ ملک دوسرے ملکوں پر معاشی لوٹ کھسوٹ کرنے کی غرض سے سیدھے یا آڑے طریقے سے سیاسی طور پر قابض ہوجاتے ہیں۔ لیکن پرتگال کی خصوصیات اس کے برعکس تھیں۔ اس ملک نے اُس زمانے میں بیرونی ملکوں پر قبضہ کرنا شروع کیا جب وہ خود تجارتی سرمایہ داری کے بھی پوری طرح سے ترقی نہیں ہوئی۔ وہ برطانیہ اور فرانس کی طرح سامراجی دور میں نہیں پہنچ سکا۔ اس نئے پرتگال کو ہمیشہ اس بات کا خطرہ رہا کہ بظاہر تو وہ خود اپنی نوآبادیوں پر قابض ہوگا لیکن معاشی طور پر دوسرے طاقتور سامراجی ملک ان علاقوں سے زیادہ فائدہ لیں گے سب سے پہلے تو برطانیہ نے پس پردہ پرتگالی نوآبادیوں سے فائدہ لیا۔ لیکن دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکہ دنیا کا سب سے زیادہ طاقتور سامراجی ملک بن کر ابھرا۔ امریکہ نے تو برطانوی اور فرانسیسی نوآبادیوں میں بھی اپنا جال بُننا شروع کردیا تھا۔ پرتگال تو ان کے مقابلے میں بہت کمزور تھا۔ وہ کب امریکی یلغار کی تاب لاسکتا تھا۔

پرتگال خود رفتہ رفتہ امریکی سامراج کا محتاج ہوگیا۔ 1949ء سے 1968ء تک امریکہ نے پرگال کو 35 کروڑ ڈالر کی فوجی امداد اور 20 کروڑ ڈالر کی اقتصادی امداد دی۔ چونکہ یہ امداد کسی خیراتی جذبہ کے تحت نہیں دی جاتی اس کا مطلب یہ ہوا کہ امریکہ نے خود

پرتگال میں اپنے پنجے گاڑ دینے تھے۔ اس امداد کے بہانے امریکی سرمایہ داروں کو پرتگال اور اس کی نوآبادیوں میں سرمایہ کاری کرنے اور لوٹ مار کرنے کے مواقع فراہم ہوگئے۔ اس کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ فقط ایک امریکی بینک ریڈ، ڈرلن اینڈ کمپنی نے 1962ء سے 1967ء تک پرتگال میں بارہ کروڑ ستر لاکھ ڈالر کی سرمایہ کاری کی۔ لگائے ہوئے سرمایہ سے منافع کمانے کے علاوہ امریکی سامراجیوں نے تجارت کے ذریعہ بھی پرتگال کی لوٹ کھسوٹ بڑھادی۔ لیکن اس مالی سرگرمی کا سب سے بڑا نشانہ پرتگال کی افریقی نوآبادیوں خاص طور پر انگولا کو بنایا گیا۔ پہلے تو امریکی انگولا کی مشہور لذیذ کافی کوستے داموں خرید کر لیجاتے تھے لیکن آہستہ آہستہ انہوں نے انگولا کی معیشت کے دوسرے شعبوں میں ہاتھ ڈالنا شروع کیا۔ 1974ء تک انگولا میں امریکی سرمایہ 24 کروڑ ڈالر یعنی موجودہ نرخ کے مطابق 240 کروڑ روپے سے تک پہنچ گیا۔ اس رقم کا تقریباً دوتہائی حصہ گلف آئل کمپنی نے کابینڈہ کے تیل کے چشموں میں لگایا اور جس سے وہ ہر سال کروڑوں ڈالر کا منافع کمانے لگی۔ گلف کے علاوہ ٹیکساکو، ایسو موبیل اور اسٹینڈرڈ آف کیلیفورنیا نامی امریکی کمپنیاں انگولا میں تیل نکالنے کے دھندے میں لگی رہیں۔

ہیرے کی کانوں اور ہیرے کے بیوپار میں بھی امریکی سرمایہ داروں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لینا شروع کیا۔ ان سرگرمیوں میں حصہ لینے والی امریکی کمپنیوں کے نام ہیں ڈاؤرسا افکار پوریٹیڈ، ڈائمنڈ ڈسٹر بیوٹرز اور ڈائمول۔ 1968ء میں انگولا میں ہیروں کی پیداوار پونے چھ کروڑ ڈالر کے لگ بھگ تھی۔ اس کے علاوہ ٹینیکو نامی امریکی کمپنی نے انگولا میں گندھک، جپسم اور اینہائڈرائٹ کی کھدائی کیلئے پانچ کروڑ ڈالر کا سرمایہ لگایا۔ ان کمپنیوں کے علاوہ جنرل ٹائر اینڈ ربر کمپنی، سیانامڈ (لیڈرلے) اور یونین کاربائڈ سمیت آٹھ، دس اور امریکی کمپنیاں انگولا کی دولت لوٹنے میں سرگرم رہیں۔

پرتگالی حکمران طبقہ امریکی سامراج کا حاشیہ بردار ہوجانے کے علاوہ جنوبی افریقہ کی نسل پرست حکومت کا دست نگر بھی بن گیا۔ اس طرح جنوبی افریقہ کے گورے نسل پرست سرمایہ دار بھی انگولا کے قدرتی وسائل کی بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے لگے۔ انگولا میں ان کی

سب سے اہم اسکیم کونینے پن بجلی بند ہے جس سے وہ مقبوضہ نیمبیا میں سفید فام آبادکاروں کو پانی اور بجلی پہنچانا چاہتے ہیں۔ امریکہ اور جنوبی امریکہ کی نسل پرست حکومت کے علاوہ جرمنی، فرانس اور برطانیہ بھی انگولا کی لوٹ کھسوٹ میں شامل رہے ہیں۔

جہد آزادی کا آغاز

ہم پہلے ہی پرتگالی توسیع پسندی کے خلاف کیمبنڈو عوام کی ایک سو سالہ جنگ کا ذکر کرچکے ہیں۔ درحقیقت انگولا کے دوسرے قبیلوں نے بھی پرتگالیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ بیسویں صدی کی شروعات میں پرتگالی لٹیروں کے خلاف انگولا کے عوام کی طرف سے جو مزاحمت پیش کی گئی اس کی خاص خاص مثالیں یہ ہیں' 1907ء سے 1910ء تک شمال میں ڈیمبوس کی جدوجہد 1913ء میں بکانگو کی بغاوت اور 1904ء سے 1906ء تک جنوب میں بائلوندو لوگوں کی طرف سے پرتگالی فوجی چڑھائی کا مقابلہ۔

آخر کار پرتگالی لٹیرے ظلم و جبر کے ذریعہ انگولا کے عوام کی مزاحمت کو کچلنے میں کامیاب ہوگئے۔ سالازار کے اقتدار میں آنے کے بعد پرتگالیوں کی انگولا پر آہنی گرفت اور بھی مضبوط ہوگئی، اور یوں محسوس ہونے لگا کہ ایک لمبی مدت تک عوام اس غلامی کے خلاف سر نہیں اُٹھا سکیں گے۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد دنیا بھر میں نوآبادیاتی نظام درہم برہم ہونے لگا۔ جگہ جگہ آزادی کی تحریکیں زور پکڑنے لگیں اور ملک آزاد ہونے لگے۔ ایشیاء میں پہلے ویت نام اور انڈونیشیا نے مسلح جدوجہد کے بعد اپنی آزادی کا اعلان کردیا۔ ہندوستان، پاکستان اور برما کو آزادی مل گئی چین کا انقلاب کامیاب ہوگیا۔ آزادی کی لہر برطانیہ اور فرانس کی افریقی نوآبادیوں میں بھی پھیل گئی اور یہ سامراجی ملک بھی ذہنی طور پر اس بات کیلئے تیار ہوگئے کہ بہت جلد انہیں اپنی نوآبادیوں کو آزادی دینی پڑے گی۔ یہ فقط اس کوشش میں تھے کہ اقتدار ایسے مقامی طبقوں اور ایسے سیاسی عناصر کو منتقل کیا جائے جو رسمی آزادی کے بعد بھی ان کے حلیف بنے رہیں اور سامراجیوں کے ساتھ مل کر اپنے ملکوں کے عوام کی لوٹ کھسوٹ جاری

رہیں۔ لیکن پسماندہ پرتگالی حکمران تو نوآبادیوں کی آزادی کا خیال بھی اپنے ذہن میں لانے کیلئے تیار نہیں تھے۔ کیونکہ مقامی حکمرانوں کے ذریعہ نیا سامراجی نظام چلانا ان کے اس کا روگ نہیں تھا۔ وہ ہمیشہ کیلئے اپنی نوآبادیوں کے ساتھ چپکے رہنا چاہتے تھے۔ انہوں نے تو اس بات سے بھی انکار کردیا کہ انگولا، موزمبیق، گنی بساؤ، ساؤتومے، گوا، مکاؤ اور تیمور ان کی نوآبادیاں ہیں۔ انہوں نے دنیا بھر میں یہ پروپیگنڈہ کیا کہ یہ علاقے ان کے سمندر پار کے صوبے ہیں جن کی علیحدگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

انگولا میں سالازار کی خفیہ پولیس نے خوف وہراس کا ایسا ماحول بنا رکھا تھا کہ لوگ اپنی آزادی کی امنگوں کو زبان تک نہیں لاسکتے تھے۔ ایسی صورتحال میں کسی قسم کے سیاسی احتجاج کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ عوام کے جذبات کا اظہار کرنے کا ایک طریقہ تھا احتجاجی شاعری۔ لیکن یہ شاعری لوگوں تک کس طرح پہنچائی جائے؟۔ 1948ء میں وریاتو دا کروز نے پرتگالی حکام سے پرتگالی زبان میں ایک ادبی رسالہ چھاپنے کی اجازت مانگی۔ چونکہ یہ ادبی رسالہ تھا اور پرتگالی زبان میں تھا اس لئے حکومت نے اسے اجازت دے دی۔ اس رسالے کا نام ''منسا گم'' (یعنی پیغام) تھا اور اس کا مقصد مغربی تہذیب کی اقدار پر حملہ کر کے نوجوانوں کو اپنی انگولائی ثقافت کا احساس دلانا تھا۔ 1950ء میں اس رسالے کا دوسرا شمارہ شائع ہوا جس سے سرکاری حلقوں میں اس قدر کھلبلی مچ گئی کہ حکومت نے رسالے پر پابندی لگادی۔ پھر کچھ عرصہ تک انگولا کے اندر کوئی احتجاج کی آواز سنائی نہ دی۔

لیکن پرتگالی حکمرانوں کے پیدا کردہ تضادات رنگ لانے لگے۔ انہوں نے چند گنے چنے انگولائیوں کو پرتگال میں اعلیٰ تعلیم کیلئے بھجوایا تھا تاکہ وہ کالی چمڑی والے صاحب بن کر پرتگالی راج اور پرتگالی ثقافت کے ڈھنڈورچی بن سکیں۔ لیکن ہر عمل میں تضاد ہوتا ہے۔ ہوا یہ کہ پرتگال میں مقیم انگولائیوں میں سے چند افراد خود پرتگال میں فاشزم کے خلاف جاری خفیہ جدوجہد سے متاثر ہوگئے۔ یہ لوگ سوشلسٹوں اور جمہوریت پسند عناصر کے ساتھ پرتگال میں جمہوریت اور نوآبادیوں کیلئے آزادی کی جدوجہد میں شریک ہوگئے۔ ان لوگوں کے نام تھے اگستینو نیتو جو ڈاکٹر بننے کیلئے تعلیم حاصل کررہے تھے ماریو دی آنداد جو بین

الاقوامی پایہ کے شاعر اور ادبی تضاد تسلیم کئے جاتے تھے اور فرانسیسکو تینز میرو جن کا 1963ء میں انتقال ہوگیا۔ ان کے ساتھ گنی بساؤ کے ایملکار کبرال تھے جو زرعی انجینئرنگ کے طالب علم تھے اور جو بعد میں گنی بساؤ کی آزادی کی تحریک کے سربراہ اور افریقہ کے سب سے بڑے سیاسی مفکر کی حیثیت سے دنیا بھر میں مشہور ہوئے۔ پرتگالی حکومت نے ان لوگوں پر کڑی نظر رکھی ہوئی تھی۔ اگستینو نیتو کو انہوں نے پہلے 1951ء میں اور پھر دوبارہ 1955ء میں گرفتار کرلیا۔

ایملکار کبرال تعلیم پوری کر کے اپنے وطن گنی واپس چلے گئے لیکن بہت جلد انہیں انگولا میں نوکری مل گئی۔ یہاں انہوں نے انگولا کے اندر حریت پسند عناصر کے ساتھ رابطہ قائم کیا۔ ان کوششوں کے نتیجے میں 15 دسمبر 1956ء کو انگولا کے دارالخلافہ لوآنڈہ میں خفیہ طور پر آزادی کی ایک تنظیم کی بنیاد رکھی گئی جس میں انگولا کی پہلی قوم پرست تنظیم ''انگولا'' کے افریقیوں کی متحدہ جدوجہد کی پارٹی یا پی اے یو اے جو 1953ء میں قائم ہوئی تھی اور دیگر گروہ شامل ہوگئے۔ اس نئی تنظیم کا نام انگولا کی آزادی کی عوامی تحریک رکھا گیا اور یہ ایم پی ایل اے کے نام سے مشہور ہوئی۔ الیدیو مچادو کو اس کا پہلا صدر منتخب کیا گیا۔ اس تنظیم نے خفیہ طور پر آزادی کا پرچار کرنے اور کارکن بھرتی کرنے کا کام شروع کردیا۔

1959ء میں جب انگولا کے ہمسایہ ملک کانگو (اب جس کا نام زائر ہے) میں آزادی کی ہلچل تیز ہوگئی اور بیلجیم کی طرف سے تشدد بھی بڑھ گیا تو اس وقت انگولا میں بھی آزادی کے حق میں پمفلٹ اور ہینڈبل تقسیم کئے جانے لگے۔ پرتگالی حکام نے اس صورتحال سے گھبرا کر انگولا میں ہوائی فوج کو پہلی مرتبہ بلالیا اور بڑی تعداد میں ایم پی ایل اے کے کارکنوں اور دوسرے قوم پرستوں کو گرفتار کرلیا۔ اسی سال اگستینو نیتو تعلیم مکمل کر کے آلونڈ آئے جہاں انہوں نے اپنا ڈاکٹری کا مطب کھولا۔ پرتگالی حکام کا شبہ ہوگیا کہ ڈاکٹر صاحب صرف جسمانی مرضوں کا علاج نہیں کر رہے ہیں بلکہ وہ سیاسی مرض کو بھی جڑ سے اکھاڑ کر پھینکنے پر تلے ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر نیتو کی بڑھتی ہوئی مقبولیت سے خوفزدہ ہوکر سرکار نے انہیں جون 1960ء میں گرفتار کرلیا۔ چار دن چار راتوں تک انہیں سونے نہیں دیا گیا پھر انہیں

تین مہینے قید کردیا۔ نیتو کی گرفتاری کی وجہ سے لوآنڈہ اور آس پاس کے علاقوں میں سخت غم وغصہ کی لہر پھیل گئی۔ ان کے آبائی گاؤں بینگو اور ہمسایہ گاؤں ایکولو کے سینکڑوں لوگوں نے ایک احتجاجی جلوس نکالا۔ پرتگالی حکام نے ان نہتے مظاہرین پر گولیاں برسا کر 30 افراد کو ہلاک اور 200 کو زخمی کردیا۔ اس قتل عام سے عوام کے غصہ میں اور اضافہ ہوا اور آزادی کیلئے بیداری نے اور شدت اختیار کرلی۔ سیاسی عمل کو تیز کرنے میں اس قتل عام نے وہ ہی کردار ادا کیا جو گنی بساؤ میں پڈ جی گوئٹی کے قتل عام اور موزمبیق میں موئنڈا کے قتل عام نے کیا۔ ابھی لوگوں کا غصہ ٹھنڈا ابھی نہیں ہوا تھا کہ دو مہینے بعد عدالت نے ایک سال پہلے گرفتار کئے ہوئے قوم پرستوں کو سخت سزائیں سنادیں۔ اب پرتگالی ظلم کے خلاف احتجاج کی تحریک آگ کی طرح پھیلنا شروع ہوگئیں۔

مسلح جدوجہد

پرتگالی نوآبادیت کے خلاف انگولا کے عوام کی جدوجہد میں سال 1961ء سے ایک نئے دور کا اضافہ ہوتا ہے پرتگالی ظلم اور بربریت کے خلاف پرامن احتجاج، درخواست بازی، جلسہ جلوس اور مظاہروں کی سیاست مکمل طور پر ناکام ہوجانے کے بعد عوام کو شدید احساس ہوگیا کہ پرتگالی سامراج کے عوام دشمن تشدد کے خلاف عوام کو خود آزادی اور انقلاب کے حق میں تشدد سے جوابی مقابلہ کرنا ہوگا۔ اس احساس کا عملی مظاہرہ 1961ء کے شروعات میں کسانجے کے علاقے میں زبردستی کپاس کی کاشت کروانے کی پالیسی کے خلاف بغاوت کی صورت میں رونما ہوا۔ یہ خودرو تحریک ایک مذہبی لبادہ اوڑھ کر چلی اور اسے ماریا کی جنگ کہا جاتا ہے۔ تنگ آمد بہ جنگ آمد کے اصول پر عمل کرتے ہوئے اس علاقے کے افریقی لوگوں نے اپنے روایتی ہتھیاروں کی مدد سے پرتگالی آبادکاروں اور حکومت کی ملکیت کو کافی نقصان پہنچایا پرتگالی حکمرانوں نے ہوائی جہازوں سے بمباری کر کے اس بغاوت کو بیدردی سے کچل دیا۔ انگولا یا دوسرے ملکوں میں اس بغاوت کا زیادہ اثر نہیں ہوا۔ لیکن ابھی یہ بغاوت پوری طرح ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ 4 فروری کو لوآنڈہ میں ایک ہجوم نے ایم پی

ایل اے کے لیڈروں اور دوسرے وطن دوست کارکنوں کو رہا کرنے کی غرض سے جیل خا پر حملہ کردیا۔ ہجوم کو منتشر کرنے کیلئے پولیس نے گولیاں برسائیں اور 40 لوگوں کو ماردیا لیکن ساتھ میں 7 سپاہی بھی مارے گئے۔ دوسرے روز پولیس والوں کے جنازے کے بع سینکڑوں ہتھیار بند گورے انتقام کی آگ میں مچلتے ہوئے بے گناہ افریقیوں کی بستیوں ٹوٹ پڑے اور قتل وغارت کا طوفان برپا کردیا۔ افریقیوں نے دو مرتبہ پھر جیل خانہ پر حمل کیا اور پھر پولیس اور مسلح آبادکاروں نے اُن کے خون کی ہولی کھیلی۔ کسی کو نہیں معلوم کہ اس قتل عام میں شہید ہونے والے انگولائیوں کی صحیح تعداد کیا تھی۔ ایک پادری کا کہنا ہے کہ اس نے خود تین سو لاشیں دیکھیں۔ عوام اپنے لیڈروں کو آزاد کرنے میں ناکام ہوگئے لیکن اس واقعہ کا اثر پوری دنیا پر دھماکے کی طرح ہوا۔ اس بار پرتگالی حکام اپنے جرم کی پردہ پوشی نہیں کرسکے کیونکہ اُسی وقت کیپٹن گالواؤ نامی ایک پرتگالی نے سالازار کی حکومت کی مخالفت کا مظاہرہ کرنے کیلئے ''سانتا ماریا'' نامی مسافر جہاز کو اغوا کرلیا تھا اور افواہ یہ تھی کہ وہ جہاز لیکر آلونڈہ کی بندرگاہ میں پہنچے گا۔ گالواؤ لوآنڈہ تو نہیں پہنچا لیکن اُس کا تماشہ دیکھنے کیلئے بہت سے غیرملکی صحافی جو لوآنڈہ پہنچے ہوئے تھے انہوں نے جیلوں پر حملوں اور جوابی قتل وغارت کے منظر دیکھے اور ان کا حال دنیا بھر کے اخباروں میں لکھا۔ اس واقعہ سے سالازار کی فاشی پالیسی کا پول کھل گیا اور اقوام متحدہ انگولا کو زیر بحث لانے پر مجبور ہوگئی۔

لیکن لوآنڈہ اور اس کے گردونواح میں پرتگالی انتقام پسندوں کے گروہوں نے انگولائیوں کا پیچھا نہیں چھوڑا، ایم پی ایل اے کے بہت سے کارکن بھاگ کر شمال کی طرف روانہ ہوئے جن میں کچھ نے دیمبوس جنگلات میں پناہ لی اور اپنی جدوجہد جاری رکھی۔ شمال میں ویسے بھی لوآنڈہ کے واقعات کے تھوڑے دنوں بعد ایم پی ایل اے کے کمانڈر بینے دکتو کی قیادت میں لوگوں نے نامبوا، گانگو کے علاقہ میں مسلح بغاوت شروع کردی تھی اور پرتگالیوں کو اس علاقہ سے نکال باہر کیا تھا لیکن انہوں نے عورتوں، بچوں اور بے ہتھیار مردوں کا قتل نہیں کیا۔ یہ علاقہ تقریباً چھ مہینوں تک پرتگالی فوجوں کے قبضہ سے آزاد رہا۔

15 مارچ کو زائر کی سرحد تک پھیلے ہوئے شمال کے وسیع علاقے میں پرتگالیوں کے

خلاف بڑے پیمانے پر بغاوت شروع ہوگئی۔ یہ بغاوت بظاہر خودرو تھی اور بہت جلد یہ اندھا دھند لوٹ مار اور قتل وغارت میں تبدیل ہوگئی۔ اس کشت وخون میں حصہ لینے والوں نے نہ فقط بغیر امتیاز کے پرتگالی عورتوں، بچوں اور بے گناہ مردوں پر حملے کئے بلکہ قبائلی اور نسلی بنیاد پر خود دوسرے انگولائیوں کا قتل عام کیا۔ پرتگالی حکومت نے اس کا جواب اس سے کئی گنا زیادہ شدید ظلم سے دیا اور باغیوں کا قلع قمع کرنے کیلئے سخت فوجی کارروائی کی۔ اکتوبر تک حکومت نے تمام کھوئے ہوئے علاقوں پر دوبارہ قبضہ کرلیا۔ اس کارروائی کے نتیجے میں کم از کم 30 ہزار انگولائی مارے گئے درحقیقت یہ بغاوت اتنی خودرو نہیں تھی جیسے شروع میں معلوم ہورہا تھا۔ قبائلی اور نسل پرستی کی بنیاد پر ہنگامہ اور خونریزی کروا کر سنسنی پھیلانے اور سستی شہرت حاصل کرنے کا پروگرام یو پی اے نامی تنظیم کے سربراہ رابرٹو ہولڈن (روبیرو تو ہولان) نے بنایا تھا۔ انہوں نے خود بڑے فخر سے اس کارنامے کی ذمہ داری لی۔ اس تنظیم اور اس کے لیڈر کا باقی قصہ ہم بعد میں سنائیں گے۔ فی الحال اتنا کہنا کافی ہے کہ ان کی تنگ نظری، نفرت انگیزی اور خودغرضی کی بنیاد پر چلائی ہوئی قبائلی اور نسلی خونریزی کی مہم نے انگولا کے عوام کو ناقابل تلافی جانی، مالی اور سیاسی نقصان پہنچایا اور عوامی تحریک کو سالوں پیچھے دھکیل دیا۔

اس جگہ یہ کہنا بھی غلط نہیں ہوگا کہ خود ایم پی ایل اے میں اب تک اتنی سیاسی پختگی، تنظیمی طاقت اور فوجی صلاحیت نہیں پیدا ہوئی تھی جو عوامی اُبھار کو صحیح صحیح سیاسی سمت میں ڈال سکے اور خودرو تحریک کو منظم عوامی جنگ کی صورت دے سکے، لوآنڈہ اور نامبوا، گانگو میں ایم پی ایل اے کی قیادت میں ہونے والی کاروائیاں عوامی جنگ کے معیار سے بہت نیچے تھیں، حالات سے مجبور ہوکر ماریو دی آندراد، داکروز اور ایم پی ایل اے کی اسٹیئرنگ کمیٹی گنی کے دارالخلافہ کونیکری میں بیٹھے ہوئے تھے جہاں سے وہ لوآنڈہ میں زیرعتاب لوگوں کی کوئی مدد نہیں کرسکتے تھے۔

گنی ابھی ابھی فرانس سے آزاد ہوا تھا اور اس کا صدر شیخ طور ایک ترقی پسند قوم پرست تھا جس نے آزادی کی تحریکوں کو ہر ممکن مدد دینے کا وعدہ کیا تھا لیکن یہ ملک انگولا سے

سینکڑوں میل دور تھا یہاں کی سرزمین گنی بساؤ کی آزادی کی جنگ کیلئے تو بہت کارآمد ثابت ہوسکتی تھی لیکن انگولا کیلئے نہیں۔ اس بات کا احساس ہونے پر ایم پی ایل اے کی اسٹیئرنگ کمیٹی 1961ء کی آخر میں کونیکری چھوڑ کر کانگو (زائر) جواب آزاد ہوچکا تھا، کے دارالخلافہ لیوپولڈول (جس کا نام اب کنشاسا ہے) کی طرف روانہ ہوئی۔ یہاں ایم پی ایل اے کو ویسے بھی حالات سازگار نہیں ملے۔ پھر 1962ء کی خزاں میں جب اگستینیو نیتو قید سے بھاگ کر کنشاسا پہنچے تو اس وقت تنظیم ایک بحران سے دوچار تھی۔ آندراد نے اُن کا گرمجوشی سے استقبال کیا اور راضی خوشی ان کے حق میں صدارت کے عہدے سے ہٹ گئے۔ لیکن داکروز نے ان کی واپسی کو اپنی ذاتی چودہراٹ کیلئے خطرہ سمجھا، دسمبر 1962ء میں ایم پی ایل اے نے کنشاسا میں اپنی پہلی قومی کانگریس منعقد کی جس میں جدوجہد کو ازسرنو چلانے کا فیصلہ کیا گیا۔ نومبر 1963ء میں زائر کی حکومت نے ایم پی ایل اے کو ملک سے باہر نکال دیا۔ اب اس تحریک کے رہنما اور کارکن سرحد پار کرکے کانگو (برازاول) پہنچے جہاں ابھی ابھی ایب یولعو کی رجعت پرست حکومت کا تختہ الٹا گیا تھا اور ان کی جگہ مساسبے دیبا آئے تھے جو کہ کچھ ترقی پسند تھے۔

ایم پی ایل اے نے اب برازول کو اپنا ہیڈکوارٹر بنالیا اور مسلح جدوجدہ کی تیاریوں میں لگ گئی، جنوری 1964ء میں برازاول میں کارکنوں کی کانفرنس ہوئی جس میں تنظیم کی پچھلی پالیسیوں اور کارکردگی پر سخت تقنید کرتے ہوئے مندوبین نے اس بات کا اعتراف کیا کہ ایم پی ایل اے عوام کو صحیح سیاسی قیادت دینے اور دشمن کے حملوں سے تحفظ دینے میں ناکام رہی ہے۔ اس کانفرنس میں عوام کے اندر جا کر اور ان کے ساتھ رہ کر مسلح جدوجہد کو آگے بڑھانے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس مقصد کیلئے نئے تنظیمی ڈھانچے بنانے کا بھی فیصلہ ہوا۔ 1963ء میں کابندہ کے علاقہ میں جو چھاپہ مار جنگ شروع کرنے کی کوششیں کی گئی تھیں اُن کو اب عملی جامہ پہنانے کا لائحہ عمل مرتب کیا گیا۔

1964ء انگولا کی آزادی کی جدوجہد اور ایم پی ایل اے کیلئے مبارک سال ثابت ہوا۔ روس اور چیکوسلوویکیا سے حاصل کردہ تھوڑے بہت ہتھیاروں اور ان ملکوں میں فوجی

تربیت یافتہ چند نوجوانوں کے ذریعہ ایم پی ایل اے کے فوجی دستے کابندہ میں داخل ہوکر چھاپہ مار انقلابی جنگ شروع کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ بہت سی مشکلات کے باوجود یہ مسلح جدوجہد کامیابی کے ساتھ آگے بڑھتی گئی اور ایم پی ایل اے عوام کا اعتماد حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ کابندہ گو تیل کی دولت کی وجہ سے بہت اہم علاقہ تھا لیکن باقی ملک سے کٹا ہوا ہونے کی وجہ سے اسکی فوجی اہمیت بہت محدود تھی۔ پھر بھی ایم پی ایل اے نے "جنگ کے ذریعہ جنگ لڑنا سیکھو" کے اصول پر عمل کرتے ہوئے اس علاقہ کو اپنے چھاپہ ماروں کیلئے ایک تربیت گاہ کرکے استعمال کیا۔

1964ء کے آخر میں جب شمالی روڈیشیا (جس کا نام اب زیمبیا ہے) برطانیہ سے آزاد ہو رہا تھا تو ایم پی ایل اے نے اپنے چند نمائندوں کو وہاں اس غرض سے بھیجا کہ مشرقی سرحد سے آزادی کی جنگ کو شروع کرنے کے امکان کا مطالعہ کریں۔ وہاں کے حکام نے ان لوگوں کو کمیونسٹ ایجنٹ کہہ کر جیل میں بند کردیا۔ لیکن ان مشکلات کے باوجود آزاد زیمبیا کے صدر کاؤنڈا سے ایم پی ایل اے نے کم از کم اتنا تعاون ضرور حاصل کرلیا کہ وہ ہتھیار اور دوسری اشیا کی رسد میں رکاوٹ نہ ڈالیں مسلح جدوجہد شروع کرنے سے پہلے بھیجے۔ ان کارکنوں نے عوام کو سیاسی طور پر منظم اور متحرک کرنے کا کام شروع کردیا۔

18 مئی 1966ء کو ایم پی ایل اے نے کابندہ کے تجربہ کار جانبازوں کے ایک دستے کے ذریعہ زیمبیا کی سرحد پر موخیکو صوبہ میں اپنا تیسرا فوجی محاذ کھول دیا۔ عوامی فوج کو اس محاذ پر خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی اور ایک وسیع علاقہ کو پرتگالی فوج کے قبضہ سے آزاد کروالیا گیا۔ اس کامیابی سے ایم پی ایل اے کے حوصلے بلند ہوگئے اور فروری 1967ء میں اس نے شمال مغرب میں اپنے محاذ کو رسد پہنچا کر وہاں ازسرنو فوجی کارروائیاں شروع کردیں۔ اس دوران ایم پی ایل اے کی تنظیم کافی مضبوط ہوچکی تھی۔ عوام کی حمایت بہت وسیع ہوچکی تھی بین الاقوامی شہرت اور مدد میں کافی اضافہ ہوچکا تھا اور فوجی صلاحیتوں میں خاطر خواہ ترقی ہوچکی تھی ان حالات کو دیکھتے ہوئے صدر نیتو نے جنوری 1968ء میں مسلح جدوجہد کو ملک بھر میں پھیلانے کا اعلان کیا۔ مئی 1968ء میں ایم پی ایل اے نے شمال

13.jpg

مشرق کے صوبوں لندا اور ملانج میں اپنا چوتھا فوجی محاذ کھول دیا۔ اس محاذ پر بھی آزادی کی فوج کے سپاہیوں نے پرتگالی فوج کی پٹائی کردی اور بہت بڑے بڑے علاقے دشمن کے قبضے سے آزاد کروالئے۔ اب زیمبیا کی سرحد کے ساتھ شمال سے لیکر جنوب تک ایک وسیع آزاد علاقہ میں ایم پی ایل اے نے عوامی راج قائم کردیا۔ 1968ء میں ایم پی ایل اے نے اپنا ہیڈکوارٹر برازاول سے آزاد علاقوں میں منتقل کردیا۔ اب مرکزی کمیٹی کے ممبر اپنا زیادہ وقت آزاد علاقوں میں گذارنے لگے اور فقط سفارتی تعلقات اور فوجی سامان کی رسد کی خاطر وہ وقتاً فوقتاً باہر جایا کرتے تھے۔

ہر محاذ پر کامیابیاں حاصل کرنے اور عوامی جنگ کو پھیلانے کی وجہ سے ایم پی ایل اے کی ذمہ داریاں دن بہ دن بڑھتی گئیں اور اپنے تجربہ کا تجزیہ کرنے اور انقلابی عمل کو آگے بڑھانے کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ اس لئے 22 اگست سے 25 اگست 1968ء تک ایم پی ایل اے نے آزاد علاقوں کے ایک جنگل میں مشرقی علاقائی کانفرنس منعقد کی۔ اس کانفرنس میں تنظیم کی انقلابی سیاسی راہ عمل اور مستحکم ہوئی اور کارکنوں میں جدوجہد کو اور تیز کرنے کا جذبہ اُبھرا۔ پرتگالی فوج کو اس کانفرنس کی بھنک پڑگئی اور انہوں نے آخری دن پر ہوائی جہازوں اور ہیلی کاپٹروں کے ذریعہ شدید حملہ کردیا لیکن وہ اس میں ناکام ہوگئے۔ انہوں نے ہنوئی نمبر دو نامی اڈے کو بہت مالی نقصان پہنچایا اور تین حریت پسند زخمی ہوئے لیکن دشمن کا بھی ایک سپاہی مارا گیا۔ پرتگالی نہ کانفرنس کو درہم برہم کرسکے نہ کسی حریت پسند کو پکڑ سکے۔

اس کانفرنس کے بعد ایم پی ایل اے نے آزادی کی عوامی جنگ کو اور بھی تیز کردیا۔ جون 1969ء میں اس نے بائے میں پانچواں فوجی محاذ کھول دیا اور مغرب کی جانب بڑھنے لگی۔ 1970ء تک ایم پی ایل اے کے پاس مشرقی او وسطی علاقوں میں 5000 چھاپہ مار فوجی تھے جن میں سے آدھوں کے پاس جدید ہتھیار نہیں تھے۔ شمال مغرب میں دیمبوس جنگل اور آس پاس کے علاقوں میں اُس کے 1500 سے 2000 تک سپاہی لڑ رہے تھے۔ لیکن اُن کو رسد پہنچانا بھی ایک سنگین مسئلہ تھا۔ اس کے باوجود بھی عوام اور ان کی رہنما تنظیم ایم پی ایل اے کے حوصلے بہت بلند تھے۔ انہوں نے کوئی نیا محاذ کھولنے کے بجائے

1970ء میں جنگی کارروائیاں بڑھانے کا فیصلہ کیا۔ غیر ملکی مبصرین کا کہنا ہے کہ اُس سال عوامی سپاہیوں نے اپنے حملوں میں 60 فیصد کا اضافہ کردیا پرتگالی فوج کے حملوں کے خلاف ڈٹ کر لڑنے میں 300 فیصد اضافہ کیا اور دشمن کو 25 فیصد زیادہ جانی نقصان پہنچایا۔

1971ء میں بھی مسلح جنگ اُسی طمطراق کے ساتھ آگے بڑھی۔ اب پہلی مرتبہ ایم پی ایل اے اس قابل ہوگئی کہ 100 سے لیکر 150 تک جانبازوں کے گشتی دستے قائم کرکے دشمن پر حملہ آور ہو۔ ان دستوں نے پرتگالی فوجی چوکیوں پر حملے بڑھادیئے اور بہت سی چوکیوں اور کیمپوں کا صفایا کردیا۔

1972ء کا سال بھی عوامی فوج کیلئے شاندار کامیابیوں کا سال تھا جس میں اُس نے پرتگالی سپاہیوں پر 108 مرتبہ نرغے میں لیکر اچانک حملے کئے۔ 27 مرتبہ اُن کے بارکوں پر حملے کئے۔ 12 پل اڑادیئے، 7 کشتیاں ڈبودیں، 5 ہیلی کاپٹر مار گرائے، 43 ٹینکیں اور ٹرکیں تباہ کیں، 387 ہتھیار اور بہت سا گولا بارود چھین لیا۔ اس سال دشمن کے 900 سپاہی مارے گئے یا زخمی ہوئے۔ 1973ء میں بھی ایم پی ایل اے نے دشمن پر اپنے حملے جاری رکھے۔ اس کی ایک مثال پہلی مارچ کا سوئکند و بانگو صوبہ میں وہ حملہ ہے جس میں عوامی فوج نے ایک پرتگالی فوجی اڈے کو تباہ کردیا 130 پرتگالی سپاہی مار دیئے یا زخمی کردیئے اور دو ہیلی کاپٹر کو مار گرایا۔

انگولا کے حریت پسندی سے لڑنے کیلئے اور انگولا کے عوام کو دبانے کیلئے پرتگال نے انگولا میں 60 ہزار فوج لگا رکھی تھی۔ اس فوج کو امریکہ کے علاوہ جرمنی، فرانس اور دوسرے یورپی ملکوں کی طرف سے جدید ترین ہتھیار مہیا کئے جاتے تھے۔ ناٹو فوجی معاہدہ کا رکن ہونے کی حیثیت سے پرتگال کو ان سامراجی ملکوں کی طرف سے مکمل حمایت حاصل تھی۔ اس کے علاوہ جنوبی افریقہ اور جنوبی روڈیشیا کی نسل پرست گوری اقلیتی حکومتیں بھی اس عوام دشمن جنگ میں ملوث تھیں۔ ان سامراجیوں، نسل پرستوں اور آزادی کے دشمنوں نے نہ فقط انگولا کے عوام کو ہوائی جہازوں، ہیلی کاپٹروں، بموں، راکٹوں، توپوں اور بندوقوں سے کچلنے کی کوشش کی بلکہ ان کے کھیتوں پر زہر چھڑکا گیا معصوم بچوں پر جسم جلانے والے نیپام بم پھینکے

14.jpg

گئے، عورتوں اور بوڑھوں کو پکڑ کر اذیتیں دی گئیں۔ لاکھوں لوگوں کو اپنے گھروں اور آبائی گاؤں سے بے دخل کر کے ''حفاظتی'' کیمپوں میں مقید کیا گیا تاکہ وہ آزادی کی جنگ میں حصہ نہ لے سکیں۔ آزادی کیلئے لڑنے والوں کی صفوں میں انتشار پیدا کرنے کیلئے سازشیں کی گئیں۔ عوام کے سچے نمائندوں کو بدنام کرنے کیلئے ان کے خلاف شرانگیز پروپیگنڈہ کیا گیا اور اُن کی مخالفت میں کرائے کے لیڈر پیدا کر کے عوام پر تھوپنے کی کوششیں کی گئیں۔ عوام کو جدوجہد سے بدظن کرنے کیلئے باقاعدہ گمراہ کن نفسیاتی جنگ چلائی گئی تاکہ لوگ واقعی یہ سمجھیں کہ پرتگالی نوآبادی راج اُن کی اپنی بہبودی کیلئے ہے اور ایم پی ایل اے کی پیروی کرنے سے انہیں بھوک اور مصیبت کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔

لیکن انگولا کے جیالے عوام نے ان تمام مظالم، مصیبتوں اور سازشوں کا ثابت قدمی سے مقابلہ کیا اور ایم پی ایل اے کی قیادت میں دشمن کو شکست پہ شکست دی۔ اسی طرح موزمبیق اور گنی بساؤ کے عوام نے بھی مسلح جدوجہد کے ذریعے پرتگالی سامراجیوں کے چھکے چھڑا دیئے۔ ان تین ملکوں کی جدوجہد کی وجہ سے خود پرتگال کے اندر جمہوری قوتوں کو تقویت ملی اور کائتانو کی فاشی حکومت کے خلاف عوامی تحریک تیز ہوگئی۔ اپریل 1974ء میں پرتگال میں ایک فوجی انقلاب برپا ہوا اور چالیس سالہ فاشی آمریت کا خاتمہ ہوگیا۔ نئی فوجی حکومت کے سربراہ جنرل اسپنولا نے افریقی نوآبادیوں کی آزادی کے سوال پر پہلے تو کچھ چوں چرا کیا لیکن بعد اُن کو خود ہٹا دیا گیا اور نئی حکومت گنی بساؤ، کیپ وردی موزمبیق، ساؤتومے اور انگولا کو آزادی ملنے میں نہ فقط تاخیر ہوئی بلکہ کافی تلخی بھی پیدا ہوئی اور نوبت خانہ جنگی تک آگئی۔ اس خانہ جنگی اور اس کے اسباب کا ذکر کرنے سے پہلے ہم آزادی کی تحریک ایم پی ایل اے کی سیاست اس کی تنظیم اور اس کے کام کرنے کے ڈھنگ پر کچھ روشنی ڈالنا چاہتے ہیں تاکہ اس بات کو سمجھنے میں آسانی ہو کہ انگولا کے غریب عوام نے پرتگالی حکمرانوں اور اُن کی پشت پناہی کرنے والے سامراجیوں کو میدان جنگ اور سیاست میں کس طرح شکست دی۔

ایم پی ایل اے کی سیاست اور حکمت عملی

قومی آزادی اور سماجی انقلاب

انگولا کی جدوجہد بنیادی طور پر پرتگالی نوآبادیاتی راج کے خلاف قومی آزادی کی جدوجہد تھی اس لئے ایم پی ایل اے نے انگولا کے تمام لوگوں کو متحدہ کرنے کیلئے ایک جامع پروگرام پیش کیا۔ اس کے منشور میں صاف لکھا ہے کہ وہ ''جنس، عمر، نسل، مذہبی عقائد، جائے پیدائش یا سکرنت کا امتیاز کئے بغیر قبائلیت اور نسل پرستی کے خلاف سخت جدوجہد کی اور قوم کو متحد کرنے کی کوشش کی۔ صدر اگستینو نیتو نے کہا:

''ہم اپنے ملکوں میں نسلی جنگ نہیں لڑ رہے ہیں۔ ہمارا مقاصد یہ نہیں ہے کہ گورے آدمی کیخلاف محض اس لئے لڑا جائے کہ وہ گورا ہے ہم اُس کے خلاف لڑ رہے ہیں جو نوآبادیاتی حکومت کی حمایت کرتا ہے''۔

ایم پی ایل اے کی قیادت کو اچھی طرح سے اس بات کا احساس تھا کہ جب ایک ملک غلام ہو جاتا ہے کہ تو غیر ملکی لوٹ مار اور ظلم میں مقامی حکمران طبقے، خودغرض لوگ اور غدار شامل ہو جاتے ہیں۔ اس لئے غیر ملکی تسلط کے خلاف جنگ لازمی طور پر ان مقامی ایجنٹوں کے خلاف جنگ بھی ہو جاتی ہے۔ ہم پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ خود انگولا کے سماج میں طبقاتی تفریق موجود تھی اور سامراج نے اپنے مفاد کی خاطر انگولا کی سماجی ساخت میں دخل اندازی کر کے لوٹ کھسوٹ اور ناانصافی کیلئے ڈھانچے قائم کئے۔ اس لئے آزادی کی جدوجہد کو عوامی کردار دینے کیلئے یہ ضروری تھا کہ اندرونی ظلم کے خلاف بھی جدوجہد کی جائے۔ اس سلسلے میں صدر نیتو نے کہا تھا:

''ہم اپنے عوام کو آزاد کروانے اور ترقی دلوانے کیلئے بیک وقت دو انقلابوں میں برسرپیکار ہیں ایک ان کے روایتی ڈھانچوں کے خلاف جواب ان کیلئے بیکار ہیں اور دوسرا نوآبادیاتی راج کے خلاف''۔

اب یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ قومی آزادی کی جدوجہد اگر بیک وقت سماجی انصاف کیلئے جدوجہد نہیں بنتی ہے تو غیر ملکی حکمرانوں سے حاصل کی ہوئی آزادی محض رسمی آزادی بن کر رہ جاتی ہے اور سامراجی نئے اور ٹیڑھے طریقے سے پھر ملک پر قابض ہو جاتے ہیں۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد جن ملکوں نے نوآبادیاتی یا نیم آبادیاتی راج سے آزادی حاصل کی تھی اُن میں سے فقط چین، شمالی ویتنام اور شمالی کوریا ایسے ملک تھے جو اپنی آزادی کو برقرار رکھ سکے اور اپنے عوام کو ترقی اور خوشحالی کی راہ پر لیجا سکے۔ وہ یہ اس لئے کر سکے کہ اُن کا مقصد فقط غیر ملکی لٹیروں کو بھگانا نہیں تھا بلکہ لوٹ کھسوٹ، ناانصافی اور ظلم کی ہر شکل کو ختم کرنا تھا۔ ایم پی ایل اے بھی اسی نظریئے کی تحریک تھی۔ وہ بھی گنی بساؤ کی پی اے آئی جی سی پارٹی اور موزمبیق کی فریلیمو پارٹی کی طرح قومی آزادی کے ساتھ سماجی انقلاب چاہتی تھی۔ ایم پی ایل اے کے رہنماؤں نے بھی اس مسئلہ پر اُسی قسم کے خیالوں کا اظہار کر دیا جیسے ویتنام میں ہوچی مہند دوران اور دوسروں نے گنی بساؤ میں ایملکار کیبرال نے اور موزمبیق میں ساموراماشیل نے کیا۔ ایم پی ایل اے کا نظریہ اور سماجی پروگرام اُس کے اُس عمل سے ظاہر ہوتا ہے جو اُس نے آزاد علاقوں میں کیا اور جس کا ذکر ہم بعد میں کریں گے۔ فی الحال اس سوال پر ایم پی ایل اے کے ایک اہم لیڈر رکمانڈر اسپارٹیکس مونیامبو کے بیان کا ایک حصہ درج کرتے ہیں جس سے ایم پی ایل اے کے نظریہ کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ انہوں نے کہا:

''ہمارا نظریہ سائنسی سوشلزم ہے کل ہم ایک سوشلسٹ ملک بن جائیں گے اس کے سوا دوسرا کوئی راستہ نہیں ہے جب ہم ایک آزاد ملک بن جائیں گے تو ہمارے لئے فقط ایک ہی راہ رہ جائیگی اور وہ ہے سوشلزم کی راہ''۔

تخلیقی اور غیر فرقہ وارانہ سوشلزم

انقلاب اور سماجی تبدیلی کے کچھ قوانین ایسے ہیں جن کی نوعیت عالمگیر ہے اور جو ہر ملک اور ہر معاشرے پر لاگو ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر طبقاتی کشمکش، پرانی لٹیروں کی

مملکت کو توڑ کر محنت کشوں کی مملکت قائم کرنا، ظالم طبقوں کے تشدد کے خلاف عوام کے انقلابی تشدد کا استعمال وغیرہ۔ لیکن یہ جدید سائنسی انقلابی نظریہ ہر جگہ جوں کا توں نہیں تھونپا جا سکتا۔ اسے ہر ملک اور ہر معاشرے کے مخصوص تاریخی، سماجی اور ثقافتی حالات سے مناسبت رکھتے ہوئے استعمال کیا جانا چاہئے۔ جب چین میں انقلاب آیا تو وہ عالمی انقلابی نظریہ پر مبنی تھا لیکن اس کا کردار خالص چینی تھا۔ اسی طرح ویتنام کے لوگوں نے بھی انقلابی استادوں مارکس، اینگلس، لینن وغیرہ کی تعلیمات پر عمل کیا اور روس اور چین کے انقلابات سے سیکھا لیکن انہوں نے اُن اصولوں کو ویتنام کے اپنے مخصوص حالات کی روشنی میں اپنایا۔ اسی طرح انگولا میں بھی ایم پی ایل اے کی قیادت نے انقلابی فکر کو انگولا کے عوام کے مزاج کے مطابق پیش کرنے کی کوشش کی اور اس کو انگولا کے سماجی حقائق سے ہم آہنگ کرتے ہوئے لاگو کیا۔ افریقی تاریخ کے مشہور مورخ بازل ڈیوڈسن نے انگولا پر اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ اگستینو نیتو اور ایم پی ایل اے کے دوسرے رہنما مارکسی تعلیمات سے بہت متاثر تھے لیکن ''ایسے بھی معلوم ہوتا ہے اور آئندہ سالوں میں اس بات کی تصدیق ہو جائے گی کہ وہ اپنے ابتدائی سالوں میں ہی اس بات کی ضرورت محسوس کر رہے تھے کہ مارکسی خیالات جس طرح یورپ میں پائے جاتے ہیں انہیں اگر کسی کام آنا ہے تو انہیں افریقی حوالے سے لاگو کرنے کیلئے افریقیانا پڑے گا''۔

ہر حقیقی انقلابی پارٹی یا تحریک انقلابی نظریہ پر تخلیقی طریقے سے عمل کرتی ہے جو پارٹی ایسا نہیں کرتی وہ نہ کبھی کامیاب ہو سکتی ہے اور نہ انقلابی کہلانے کی مستحق ہے۔ نظریاتی فرقہ پرستی کسی دوسرے انقلابی ملک کا دُم چھلا بنا رہنا، اپنا تجزیہ آپ کرنے کی بجائے دوسرے سوشلسٹ ملکوں میں چھپنے والے رسالوں کا محتاج رہنا باعزت انقلابیوں کے شایان شان نہیں۔ ایم پی ایل اے نے اپنے کارکنوں کو ہمیشہ غیر فرقہ وارانہ اور تخلیقی انداز میں سوشلزم کو سمجھنا سکھایا اور انہیں اپنے سماج کے حقائق کو سمجھنے اور اس کا تجربہ آپ کرنے کی تلقین کی۔ ایم پی ایل اے کے کارکنوں کی سیاسی اور نظریاتی سوجھ بوجھ سے متاثر ہو کر ڈان بارنٹ نے سیتا ایکا مبوئلا کے متعلق لکھا:

''جن دوسرے درمیانی سطح کے کارکنوں کے ساتھ میں ملا ان کی طرح یہ بھی ایک غیر فرقہ وارانہ سوشلسٹ ہیں جو قومی چھٹکارے کے لئے مسلح جدوجہد میں ایمان رکھتے ہیں اور چے (گویرا) سے لیکر ماؤزے تنگ ہر چیز پڑھنے میں دلچسپی رکھتے ہیں''۔

بین الاقوامیت

جو قوم خلوص دل سے اپنی آزادی اور نجات چاہتی ہے وہ دوسری کسی قوم کو غلام دیکھنا پسند نہیں کرتی اور جو پارٹی یا تحریک اپنے ملک کے محنت کشوں کی لوٹ مار ختم کرنا چاہتی ہے وہ دوسرے ملکوں اور دوسری قوموں کے محنت کشوں کو بھی اپنا بھائی سمجھتی ہے۔ آج کی دنیا میں کوئی بھی قومی اور طبقاتی لوٹ کھسوٹ اور ظلم کے خلاف تنہا جدوجہد نہیں کرسکتا۔ آج کے دور میں ہر سچے اور مخلص قوم پرست اور سوشلسٹ کیلئے بین الاقوامیت پسند ہونا لازمی ہے۔

ایم پی ایل اے اسی قسم کی ایک بین الاقوامیت پسند تحریک ہے۔ صدر نیتو نے کہا تھا:

''ہماری جدوجہد دنیا میں ایک علیحدہ اور کٹی ہوئی جدوجہد نہیں ہے۔ یہ انسان کے ہاتھوں انسان کے استحصال کے خلاف انسان ذات کی عالمی جدوجہد کا ایک حصہ ہے''۔

درحقیقت ایم پی ایل اے نے جنم ہی بین الاقوامیت کی فضا میں لیا تھا۔ صدر نیتو اور تحریک کے دوسرے بانیوں نے پرتگالی جمہوریت پسندوں اور پرتگال کی دوسری نوآبادیوں کے قوم پرستوں کے ساتھ مل کر ہی سیاسی عمل شروع کیا تھا اور مل کر پرتگال کے فاشی حکمرانوں کے ظلم جھیلے تھے۔ صدر نیتو ایک وقت پرتگالی سوشلسٹ پارٹی کے سربراہ ماریو شوئر یز کے ساتھ جیل کی ایک ہی کوٹھڑی میں بند کیے گئے تھے۔ خود ایم پی ایل اے کی بنیاد رکھنے میں گنی بساؤ کے عظیم رہنما ایملکار کیبرال کا ہاتھ تھا۔ پرتگالی نوآبادیاتی راج کو ختم کرنے کیلئے مشترکہ جدوجہد کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے ایم پی ایل اے نے موزمبیق کی تحریک فریلیمو، گنی بساؤ اور کیپ وردی جزیروں کی تحریک پی اے آئی جی سی اور ساؤ تومی اور پرنسپ جزیروں کی تحریک سی ایل ایس ٹی پی کے ساتھ مل کر کونیپ نامی تنظیم کی داغ بیل ڈالی جس کا ہیڈ کوارٹر الجزائر میں رکھا گیا۔ اس تنظیم کے ذریعہ پرتگالی نوآبادیوں کی آزادی کی تحریکیں

آپس میں سیاسی اور فوجی معاملات پر تبادلہ خیالات کرتی تھیں۔ ایک دوسرے کی ہر طرح مدد کرتی تھیں اور منصوبہ بندی اور رابطہ کے ساتھ پرتگالی ظلموں کے خلاف جدوجہد کو آگے بڑھاتی تھیں۔ اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر کونیپ کی رکن تنظیموں نے نمیبیا کی تحریک سواپو، زمبابوے کی تحریک زاپو، جنوبی افریقہ کی تحریک اے این سی فرانسیسی سومالیہ کی تحریک مولینا کو کے ساتھ مل کر افریقہ کے تمام غیر آزاد ملکوں کی مشاورتی جماعت قائم کی۔

براعظم افریقہ کی حدود سے باہر بھی ایم پی ایل اے نے دنیا کی ہر قومی آزادی کی تحریک کے ساتھ گہرے مراسم قائم کئے۔ اُس نے ویتنام کی جدوجہد کو اپنا سمجھا اور ویتنامی حریت پسندوں نے اُسے انگولا کے عوام کا حقیقی ترجمان تسلیم کرتے ہوئے امداد دی۔ جب کمبودیا میں امریکی پٹھوؤں نے قوم پرست شہزادہ سہانوک کا تختہ الٹ دیا اور سہانوک نے جلاوطنی میں انقلابی حکومت قائم کی تو ایم پی ایل اے نے فوراً اس کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کیا۔ صدر نیتو نے غیر آزاد افریقہ کی تمام حریت پسند تحریکوں کی طرف سے غیر جانبدار ملکوں کے سربراہوں کی کانفرنس کے موقع پر کہا:

''ہم شہزادہ سہانوک کے زیر قیادت کمبودیا کی حکومت کا خیر مقدم کرتے ہیں جو کمبودیا کے عوام کی حقیقی حکومت ہے''۔

ایم پی ایل اے نے تمام سوشلسٹ ملکوں اور سرمایہ دار ملکوں میں محنت کشوں کی تنظیموں کے ساتھ دوستی اور بھائی چارے کے رشتے قائم کئے اور ان میں سے اکثر ممالک اور تنظیموں نے اُس کی مختلف طریقوں سے امداد کی۔

عوامی جنگ

ہم کو معلوم ہے کہ انگولا کے عوام پچھلے 15 سال سے آزادی کیلئے مسلح جدوجہد کرتے رہے ہیں۔ اس مسلح جدوجہد کو اُن کی رہنما تنظیم ایم پی ایل اے نے کس نقطہ نظر سے آگے بڑھایا اُس کا اندازہ ہمیں صدر نیتو کے ان الفاظ سے ہوتا ہے:

''خوش قسمتی سے جو لوگ انصاف کیلئے اور ظلم کے خلاف لڑتے ہیں جو لوگ آزادی

چاہتے ہیں ان کیلئے مسلح عمل نے فقط ایک جوار بھاٹا ہے، یہ نہ فقط ہمارے بہترین سپوتوں کے خون سے ہمارے میدان جنگ کی آبپاشی ہے بلکہ یہ ایک اسکول ہے۔ یہ ایک ذریعہ ہے جس سے عوام مستقبل میں اپنی جدوجہد جاری رکھتے ہیں''۔

صدر نیتو کے ان الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ انگولا کی مسلح جدوجہد محض ایک جنگ نہیں ہے صرف ہتھیار استعمال کرنے سے کوئی شخص یا تحریک انقلابی نہیں ہو جاتے۔ سوال یہ ہے کہ یہ ہتھیار کس مقصد کیلئے استعمال کیے جا رہے ہیں انہیں کون استعمال کر رہا ہے، استعمال کرنے والوں کی سیاست کیا ہے، اس جدوجہد کا نتیجہ کیا نکلنا ہے اور کامیابی کے بعد کس قسم کے سماج کی تعمیر کرنا ہے۔ دوسرے لفظوں میں کیا یہ مسلح جدوجہد عوامی جنگ ہے؟ کسی بھی مسلح جدوجہد کو عوامی جنگ بننے کیلئے کچھ شرائط کو پورا کرنا ہوتا ہے۔ وہ شرائط یہ ہیں (1) مسلح جدوجہد کو ایک ایسے سیاسی پروگرام کا حصہ ہونا چاہئے جس کا مقصد لوٹ کھسوٹ، ظلم اور ناانصافی کی ہر صورت کو مٹانا ہو۔ (2) اس جدوجہد کا فوجی پہلو ہمیشہ سیاسی پہلو کے تابع رہے کیونکہ قومی آزادی اور سماجی انقلاب کیلئے جدوجہد بنیادی طور پر سیاسی جدوجہد ہے۔ (3) آزادی کی فوج کو بنیادی طور پر محنت کشوں کی فوج ہونا چاہئے، اسے عوام کا مکمل تعاون ہونا چاہیے اور عوام کو اس کے تمام معاملات میں شرکت حاصل ہونی چاہیے۔ (4) اس جدوجہد کی کامیابی کیلئے دشمن کے خلاف وسیع تر متحدہ محاذ بنانا چاہئے۔ (5) اس جدوجہد کو طویل جنگ کی حکمت عملی پر مبنی ہونا چاہئے۔ (6) اس جدوجہد کو خود انحصاری یعنی اپنے آپ پر بھروسہ کرو کے اصول پر مبنی حکمت عملی پر چلنا چاہئے۔

آیئے اب ہم دیکھیں کہ انگولا کی جدوجہد آزادی ان شرائط کو کس طرح پورا کرتی ہے۔

(1) یہ ہم پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ ایم پی ایل اے کی سیاست ترقی پسند، قوم پرست اور انقلابی سیاست ہے اور اس کا مقصد نہ فقط پرتگالی نوآبادیاتی راج سے آزادی حاصل کرنا ہے بلکہ جدید سامراج کے تسلط سے بچنا لوٹ کھسوٹ کی ہر شکل کو ختم کرنا اور آخرکار سوشلزم کی تعمیر کرنا ہے۔ ایم پی ایل اے کی طرف سے جلائی ہوئی مسلح جدوجہد اس سیاست

کا ایک جزو ہے۔

(2) چونکہ قومی آزادی اور سماجی انقلاب کے لئے جدوجہد بنیادی طور پر سیاسی جدوجہد ہے اور ایم پی ایل اے ایک سیاسی جماعت ہے اس لئے اس جماعت نے ہر معاملے میں سیاست کی بالادستی برقرار رکھی ہے اور فوجی پہلو کو سیاسی پہلو کے ساتھ ملایا ہے۔ اس سلسلے میں کمانڈر اسپارٹیکس مونیمامبو نے کہا:

''ہمارا اصول ہے فوجی اور سیاسی پہلوؤں کو ملانا ہر کسی کو چاہئے کہ وہ بیک وقت سیاسی بھی ہو اور فوجی بھی۔ ہم جانتے ہیں کہ ہمارا بنیادی مسئلہ سیاسی ہے لیکن یہ تشدد کے بغیر حل نہیں ہوسکتا۔ اس لئے گو فوجی پہلو سیاسی کے مقابلہ میں دوسرے درجہ کی حیثیت رکھتا ہے ان دونوں میں باہمی انحصار ہے''۔

ایم پی ایل اے کا تجربہ اس بات کا گواہ ہے کہ اس تنظیم نے ثابت قدمی سے اس انقلابی اصول پر عمل کرنے کی کوشش کی ہے کہ ''بندوق کو سیاست کے تابع رہنا چاہئے سیاست کو بندوق کے تابع نہیں''۔

(3) ایم پی ایل اے کی طرف سے قائم کردہ آزادی کی فوج جسے فاپلا کہا جاتا ہے شروع ہی سے کسانوں اور دوسرے محنت کش عوام کی فوج رہی ہے۔ اسکو نہ فقط عوام کی بھرپور حمایت حاصل رہی ہے بلکہ اس کی کارکردگی عام محنت کش لوگوں کے ہاتھوں میں رہی ہے۔ اس فوج نے ہمیشہ عوام کے اندر رہ کر جنگ لڑی ہے۔ اس کے عوامی کردار کا ذکر کرتے ہوئے کینیڈا کے انقلابی دانشور ڈان بارنٹ مرحوم نے لکھا:

''ایم پی ایل اے کو کسانوں کی گہری، ہمہ گیر اور سرگرم حمایت حاصل ہے میں نے جس علاقہ میں سفر کیا اگر وہ دوسرے نیم آزاد علاقوں کا نمائندہ ہے (اور میرا خیال ہے کہ ہے بھی ایسا) تو میرے پاس اس بات میں یقین کرنے کا ہر سبب موجود ہے کہ ایم پی ایل اے نے عوامی حمایت کی وہ پختہ بنیاد قائم کرلی ہے جو ایک کامیاب عوامی جنگ کیلئے لازم و ملزوم ہے''۔

(4) گو ایم پی ایل اے اس خیال کی تھی کہ محض پرتگالی سامراجیوں کو نکال کر باہر

کرنے سے انگولا کے عوام کے مسائل حل نہیں ہو جائیں گے پھر بھی غیر ملکی راج کو سب سے بڑا دشمن سمجھتے ہوئے اُس نے ایک وسیع قوم پرست پروگرام اپنایا جس کے تحت انگولا کے تمام طبقوں کے محبّ وطن عناصر کو اکٹھا ہونے کا موقع دیا گیا۔ ہم پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ ایم پی ایل اے نے اپنے منشور میں صاف لکھا تھا کہ وہ بغیر کسی امتیاز کے تمام انگولائی افریقیوں کی جماعت ہے ایم پی ایل اے ایک وسیع قومی متحدہ محاذ بنانے میں کافی حد تک کامیاب ہوئی۔ لیکن چند غدار لوگوں نے اس کی اُسی طرح مخالفت کی جس طرح سے چیانگ کائی شیک نے چین میں یا تھیو اور کی نے ویتنام میں یا لان نول ٹولے نے کمبودیا میں حقیقی قوم پرستوں اور انقلابیوں کی مخالفت کی تھی۔

(5) عوامی جنگ کے متعلق کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اسے لازمی طور پر طویل ہونا چاہیے۔ اصل بات یہ نہیں ہے کہ عوامی جنگ کے مشہور ماہر ویتنامی انقلابی جنرل وو انگو بن جناپ نے اس موضوع پر لکھا ہے:

''عوامی جنگ کی حکمت عملی طویل جنگ کی ہونا چاہئے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تمام انقلابی جنگیں، تمام عوامی جنگیں لازمی طور پر طویل ہوں۔ اگر شروع سے حالات انقلاب کے حق میں ہوں اور طاقت کا توازن انقلاب کے حق میں بدل جائے تو انقلابی جنگ تھوڑے وقت میں کامیابی سے ختم ہو سکتی ہے''۔

مطلب یہ ہے کہ عوام جو غربت کی حالت میں اور فوجی کمزوری کے ساتھ دشمن کی عظیم طاقت کا مقابلہ کرتے ہیں تو انہیں اپنی جدوجہد کی حکمت عملی طویل جنگ پر رکھنی چاہئے اور فتح حاصل کرنے میں جلدی نہیں کرنی چاہئے۔ اگر حالات تیزی سے اپنے حق میں ہو جاتے ہیں تو کوئی خوامخواہ اپنی آزادی میں تاخیر کرنا نہیں چاہتا۔

انگولا کی عوامی جنگ بھی ایسی حکمت عملی کے تحت لڑی گئی۔ پہلے کئی سالوں تک جنگ کیلئے سیاسی تیاریاں کی گئیں۔ پھر چھوٹے دستوں کے ذریعہ چھاپہ مار جنگ شروع ہوئی۔ کچھ کامیابیاں حاصل کرنے کے بعد چھاپہ مار دستوں کے ساتھ سو ڈیڑھ سو سپاہیوں کے گشتی دستے قائم کئے گئے اور بالکل آخر میں زیادہ تر باقاعدہ جنگ لڑی گئی۔ انگولا کی انقلابی

جنگ نہ فقط طویل مدت کی حکمت عملی پر مبنی تھی بلکہ وہ تقریباً 15 سال تک مسلسل جاری رہی۔

(6) خود انحصاری کے متعلق بھی کچھ لوگوں میں وہی غلط فہمی ہے جو طویل جنگ کے متعلق ہے خود انحصاری کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ دشمن اپنے بین الاقوامی سامراجی سرپرستوں سے زبردست مدد لے اور مظلوم قوم کسی بھی دوست سے کوئی مدد نہ لے۔ اصل بات یہ ہے کہ عوامی جنگ کی حکمت عملی خود انحصاری پر ہونی چاہئے۔ یعنی عوام اپنی قربانیوں سے اپنے محدود ذریعوں سے جنگ شروع کریں اور کسی بیرونی مدد کے محتاج نہیں بنیں۔ اگر انہیں باہر سے مدد نہیں ملتی پھر بھی وہ اپنی جدوجہد جاری رکھیں۔ لیکن اگر انہیں باہر سے سامراج دشمن اور انقلاب دوست ملکوں اور تنظیموں سے مدد ملتی ہے تو وہ اُسے کیوں نہ لیں۔ موجودہ دور کی تقریباً ہر عوامی جنگ میں انقلابی عوام کو بیرونی امداد ملی ہے۔ چین، ویتنام، کمبودیا، لاؤس، جنوبی یمن، ذعفار، موزمبیق اور گنی بساؤ نے باہر سے امداد حاصل کی ہے۔ جہاں تک انگولا کا سوال ہے تو وہاں مسلح جنگ ایم پی ایل اے نے اپنے محدود ذرائع سے شروع کی تھی اور ایک لمبی مدت تک انہیں باہر سے برائے نام فوجی امداد ملی۔ مشہور مورخ بازل ڈیوڈسن نے انگولا کی جنگ اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد لکھا:

''اگر ہم پرتگالیوں اور ان کے دوستوں کی باتیں سنیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایم پی ایل اے خوش قسمتی سے ایک لمبی مدت سے بڑی تعداد میں روس اور چین کے بہترین ہتھیار حاصل کر رہی ہے۔ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ کم از کم 1970ء کی آخر تک ایم پی ایل اے کو کوئی چینی ہتھیار موصول نہیں ہوا سوائے ان چند کے جو اسے افریقی اتحاد کی کمیٹی کی طرف سے ملے تھے۔ مہمانوں کو فقط مٹھی بھر چینی خودکار بندوقیں، ایک دو چینی بازوکا نظر آتے ہیں اور کچھ بھی نہیں۔ دوسرے کمیونسٹ ملکوں کی طرف سے دیئے ہوئے ہتھیاروں کی تعداد بھی واضح طور پر بہت قلیل ہے چاہے اس کا سبب کچھ بھی ہو۔ موخیکو ضلع کے ایک علاقے کے کم از کم ایک یونٹ کے پاس تو فقط پہلی جنگ کے زمانے کی ایک پراؤننگ مشین گن رہ گئی ہے''۔

ہم پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ 1970ء تک ایم پی ایل اے نے پرتگالی سامراج کے

19.jpg

خلاف کتنی بڑی اہم فوجی فتوحات حاصل کیں۔ یہ سب انہوں نے اپنی طاقت پر آپ بھروسہ کرتے ہوئے کیا تھا۔ اس کے بعد اگر ایم پی ایل اے کو بیرونی دوستوں سے زیادہ فوجی امداد ملی تو اس میں کوئی غیر فطری بات نہیں ہے۔

انقلابی پارٹی کی قیادت

جنرل جناپ نے ویتنام کے تجربہ کی بنیاد پر لکھتے ہوئے کہا ہے کہ:

''عوامی جنگ بنیادی طور پر مزدور طبقے کی قیادت کے تحت کسانوں کی جنگ ہے''۔

وہ آگے چل کر اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مزدور طبقے کی قیادت کا مطلب ہے کہ مزدور طبقے کی پارٹی کی قیادت۔ کچھ لوگ مزدور قیادت اور مزدور طبقہ کی پارٹی کو مشینی انداز میں سمجھتے ہوئے جرح کرتے ہیں کہ جب تک جسمانی طور پر مزدوروں کی اکثریت نہ ہو اس وقت تک کوئی پارٹی مزدور پارٹی نہیں ہو سکتی۔ جن قوموں میں صنعتی اور دوسرے شہری مزدور محنت کشوں کی اکثریت ہے وہاں تو ایسا ہی ہونا چاہئے لیکن اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ سرمایہ دار ملکوں میں سیاسی پارٹیوں میں مزدوروں کی جسمانی اکثریت اور قیادت کے باوجود بھی پارٹیوں کا کردار سرمایہ دارانہ اور سامراجی رہتا ہے۔ دوسری طرف ایسے ملک ہیں جہاں محنت کشوں کی اکثریت کسانوں پر مشتمل ہے اور مزدوروں کی تعداد بہت کم ہے۔ ایسی صورت میں مزدور پارٹی کے کیا معنی ہوئے؟ اس اُلجھن میں پھنسنے کی وجہ وہی مشینی سوچ ہے جس سے طویل جنگ اور خود انحصاری کے متعلق غلط فہمیاں پیدا ہوئی ہیں۔ مزدور قیادت کا مطلب فقط یہ ہے کہ کسی تحریک کی قیادت وہ پارٹی کرے جو انقلابی طریقہ کار استعمال کرتے ہوئے شعوری طور پر مزدور طبقے کے تاریخی مفاد کی بالادستی قائم کرنا چاہتی ہو۔ مزدور طبقہ کا تاریخی مفاد کیا ہے؟ طبقاتی نظام کو ختم کر کے مشترکہ ملکیت کی بنیاد پر سوشلسٹ نظام قائم کرنا ایسا کام فقط وہ پارٹی کر سکتی ہے جو جدید سائنسی انقلابی نظریہ سے لیس ہو۔

انگولا کے انقلاب کے کردار کو سمجھنے کیلئے وہاں کی کچھ معروضی اور داخلی حالتوں کو مدنظر رکھنا چاہئے۔ پہلی بات تو یہ ذہن میں رکھنی چاہئے کہ انگولا بنیادی طور پر کسانوں کا ملک ہے

اور یہ کسان چین، ہندوستان یا پاکستان کے کسانوں کی طرح نہیں ہیں۔ ان کے استحصال کی شکلیں مختلف ہیں۔ ان کے سر پر ہمارے یہاں کی طرح جاگیردار، زمیندار، چودھری، وڈیرے اور خوانین سوار نہیں ہیں۔ اُن کی اندرونی لوٹ کھسوٹ کی شدت وہ نہیں جو ہمارے یہاں ہے۔ کسانوں کا براہ راست استحصال بھی زیادہ تر پرتگالی نوآبادکاروں کے ہاتھوں ہوتا تھا۔ قبائلی سردار ایک لٹیرے طبقے کی تشکیل نہیں کرتے۔ دوسری بات یہ سمجھنی چاہئے کہ پرتگالی حکمرانوں نے انگولا میں افریقیوں کا جدید صنعتی پرولتاری طبقہ ابھرنے ہی نہیں دیا اور بے دخلی، تشدد، نسلی امتیاز اور بے روزگاری کی وجہ سے شہروں میں آوارہ گردوں اور بے قاعدہ ملازموں کا ایک وسیع لمپن پرولتاریہ طبقہ پید کر دیا۔ تیسری بات یہ مدنظر رکھنی چاہئے کہ پرتگالی نوآبادیاتی نظام ایک بہت پسماندہ اور ظالم نظام تھا۔ اس لئے انگولا کے عوام کا بنیادی مسئلہ اس نظام سے آزادی حاصل کرنا تھا۔ خوش قسمتی سے ایم پی ایل اے ایک ایسی ترقی پسند جماعت ہے جس نے سماجی انقلاب کا نصب العین بھی اپنے ذہن میں رکھا۔

انگولا کے مخصوص حالات کے تحت شروع سے پرولتاریہ کی انقلابی پارٹی کا وجود میں آنا ناممکن تھا۔ انگولا کو ایک وسیع قوم پرست محاذ کی ضرورت تھی اور ایم پی ایل اے نے اس ضرورت کو پورا کیا۔ لیکن جیسے جیسے جدوجہد آگے بڑھی اور کچھ تضادات حل ہوئے تو نئے تضادات اُبھرے اور نئی ضرورتیں محسوس ہوئیں۔ پھر دوسرے نئے ملکوں کے حالات دیکھ کر بھی ایم پی ایل اے نے کچھ سبق حاصل کرنا چاہا۔ ایک ضرورت جو اس نے شدت سے محسوس کی اور ایک سبق جو اس نے دوسرے آزاد ملکوں سے سیکھا وہ یہ تھا کہ قومی آزادی کو برقرار رکھنے کے لئے اور اُس کو سماجی انقلاب میں تبدیل کرنے کیلئے ایک انقلابی ہراول پارٹی کا ہونا لازمی ہے۔ صدر نیتو نے کہا:

''فقط اسی قسم کی پارٹی ایک جمہوری مستقبل کی ضمانت دے سکتی ہے۔ ہمارے خیال میں ایک آزاد ملک کو ایسی ایک پارٹی کی ضرورت ہے اور محض ایک تحریک کی نہیں''۔

اسی موضوع پر بات کرتے ہوئے کمانڈر مونیمبو نے کہا:

''آج ہم فقط ایک ہمہ گیر تحریک ہیں۔ ایک عوامی تحریک ہیں اور ایک حقیقی پارٹی نہیں

20.jpg

ہیں جس کے پاس ایک پارٹی کا تنظیمی ڈھانچہ ہو۔لیکن کل ایک پارٹی ہوگی جس کا اپنا فلسفہ اپنا واضح نظریہ اور ڈھانچہ ہوگا''۔

انقلابی پارٹی کا مسئلہ فروری 1968ء میں کابینده میں منعقد ہونے والی ایم پی ایل اے کی شمالی علاقائی کانفرنس میں زیر بحث آیا۔اس کانفرنس نے بہت سی انقلابی سفارشوں میں اس بات کی بھی سفارش کی کہ انقلابی کارکنوں کے جتھے تیار کرنے کیلئے نظریاتی تعلیم کے مراکز قائم کئے جائیں۔اگست 1968ء میں مشرقی علاقوں کی کانفرنس میں ان سفارشات کی پُرزور تائید کی گئی۔اس کے فوراً بعد ایم پی ایل اے نے جگہ جگہ انقلابی تعلیم کے مراکز (سی آئی آر) کھول دیئے۔ان مراکز میں بنیادی تعلیم کے ساتھ انگولا کے سماج اور دنیا کے متعلق انقلابی تعلیم دی جانے لگی۔

انقلابی مراکز میں بچوں کو،نوجوانوں اور بوڑھوں کو،عورتوں،مردوں غرض کہ ہر ایک کو انقلابی تعلیم دی جاتی ہے۔ان کوششوں کے نتیجے میں ایم پی ایل اے کے اندر ایک انقلابی ہراول دستے کا قیام عمل میں آگیا ہے جو اس تحریک میں وہی کردار ادا کر رہا ہے جو اور جگہوں پر پرولتاریہ کی انقلابی پارٹی کرتی ہے۔یہ صورتحال انگولا کے لئے مخصوص نہیں ہے۔گنی بساؤ اور موزمبیق میں جو اسی قسم کے مسائل سے دوچار تھے،تحریک کو انقلابی سمت میں لیجانے کا کام اسی طرز سے انجام دیا جا رہا ہے۔

اس بات کا نچوڑ یہ نکلا کہ انگولا کی تحریک آزادی اپنی مخصوص صورتوں کے باوجود اُسی طرح سے ایک ترقی پسند،انقلابی قوم پرست تحریک ہے جس طرح سے ویتنام،کمبودیا،لاؤس،جنوبی یمن،ذعفار،موزمبیق اور گنی بساؤ کی تحریکیں ہیں۔انگولا کا انقلاب اس وقت عوامی جمہوری مرحلے میں ہے لیکن اس کی منزل سوشلزم ہے۔

تنظیمی ڈھانچہ اور سماجی کارنامے

کسی پارٹی یا تحریک کی سیاست کا اندازہ فقط اس کے سیاسی پروگرام یا اُس کے لیڈروں کے بیانات سے نہیں ہوسکتا سچی انقلابی پارٹیاں لازمی طور پر اچھے پروگرام پیش

کرتی ہیں۔لیکن بہت سے نقلی ترقی پسند ٹولے بھی کاغذ پر بہت اچھے منشور لکھ کر دے سکتے ہیں،سچے اور مخلص انقلابی لیڈر لازمی طور پر ترقی پسند اور انقلابی تقریریں کرتے ہیں لیکن بہت سے بے ایمان اور لفظ فانی لوگ بھی انقلابی الفاظ استعمال کر کے عوام کو دھوکہ دے سکتے ہیں۔اسی طرح فقط مسلح جدوجہد کرنے سے کوئی تحریک انقلابی نہیں ہو جاتی ہے،فلسطین میں فلسطینیوں کے دشمن صیہونیوں (جارحیت اور توسیع پسند،کٹر یہودی قوم پرست) نے بھی برطانیہ کے خلاف مسلح کارروائیاں کی تھیں اور قبرص میں رجعت پرست جنرل گریواس کی تنظیم نے بھی چھاپہ مار جنگ لڑی تھی۔چنانچہ انقلابی ہے یا نہیں۔اور یہ کہ اس پارٹی نے عملی طور پر عوامی جمہوری سیاست کو لاگو کیا ہے کہ نہیں۔

انگولا کی آزادی کی تحریک ایم پی ایل اے چونکہ ایک عوامی تحریک ہے اور اس نے ایک عوامی جنگ لڑی ہے اس لئے اس کی تنظیم بھی جمہوری انقلابی اصولوں پر بنائی گئی ہے اور اس کا یہ ڈھانچہ انگولا کے سماج میں انقلابی تبدیلیاں برپا کرنے کی عملی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔کمانڈر ریستا لکا ہوٹلا نے ایم پی ایل اے کے سیاسی و فوجی ڈھانچے کو جولائی 1970ء میں اس طرح سے بیان کیا ہے:

''ہماری تحریک مختلف اور گروپوں میں منظم کی ہوئی ہے تاکہ وہ اپنا کام آسانی سے اور اچھی طرح سے کر سکے۔سب سے اوپر سیاسی اور فوجی معاملات کی رابطہ کمیٹی (سی سی پی ایم) ہے جس میں صدر نیتو سمیت پانچ ارکان ہیں۔یہ لیڈر فوجی سطح پر ایم پی ایل اے کے نمائندوں کی قومی کانگریس میں منتخب کئے جاتے ہیں۔رابطہ کمیٹی کا ہر ممبر چاہے وہ صدر کیوں نہ ہو دوسرے کسی سے اوپر نہیں ہے۔صدر صاحب چیئرمین کے فرائض انجام دیتے ہیں لیکن اگر وہ غیر حاضر ہوں تو ان کی جگہ کوئی اور رکن لے سکتا ہے۔رابطہ کمیٹی کی سطح پر کئے جانے والے تمام فیصلے مشترکہ فیصلے ہوتے ہیں۔

''دوسری سطح پر اسٹیئرنگ کمیٹی ہے جس کی سال میں ایک یا دو نشستیں ہوتی ہیں اور جو قومی سطح پر تمام معاملوں کا فیصلہ کرتی ہے۔رابطہ کمیٹی کی طرف سے نامزد کئے ہوئے تمام علاقائی کمانڈر اور سیاسی رہنما (کمیسار) اسٹیئرنگ کمیٹی کے رکن ہیں۔اس کمیٹی میں لگ

21.jpg

بھگ تیرہ ممبر ہیں لیکن ممبروں کی تعداد مقرر کی ہوئی نہیں ہے۔

''اسٹیئرنگ کمیٹی کے رکن یعنی علاقائی کمانڈر اور کمیسار ہمیشہ ملک کے اندر رہتے ہیں اور اپنے اپنے علاقوں میں مختلف کام کرتے رہتے ہیں۔وہ رابطہ کمیٹی سے ہدایات حاصل کرتے ہیں اور انہیں حلقوں کے کمانڈروں تک پہنچاتے ہیں۔

ہر علاقے میں علاقائی کمانڈر،سیاسی کمیسار،کارروائیوں اور سراغ رسانی کے سربراہ اور مالی اور رسد پہنچانے والے معاملات کے سربراہ پر مشتمل ایک علاقائی کمان ہوتی ہے وہ اپنے علاقے سے متعلق تمام معاملات پر فیصلے کرتے ہیں اور اُن میں سے ہر کسی کے پاس اپنا مخصوص کام کرنے کو ہے۔سینئر لیڈر کا نمبر آتا ہے اس کام اور اپنے اپنے مخصوص کاموں کے علاوہ یہ سب ممبر علاقائی سطح پر فوجی کارروائیوں میں حصہ لیتے ہیں اور کارکنوں کو چھاپہ مار جنگ کے داؤ پیچ سکھاتے ہیں۔یہ لوگ علاقائی بنیاد پر اُن معاملات اور مسائل کا حل نکالنے کے بھی ذمہ دار ہیں جن کو حلقوں کے کمانڈر حل نہیں کر سکتے مثلاً یہ کہ دشمن جنگی قیدیوں کے ساتھ کیا کیا جائے یا قتل کی وارداتوں کا فیصلہ کرنا۔

علاقائی سطح سے نیچے حلقہ کمان ہے جس میں حلقہ کا کمانڈر،سیاسی تنظیم کار،سراغ رسانی اور کارروائیوں کا سربراہ اور مالی اور رسد پہنچانے والے معاملات کا سربراہ شامل ہیں۔حلقے کے لیڈروں کا انتخاب بھی رابطہ کمیٹی کرتی ہے۔علاقائی کمانڈروں کی مدد سے حلقہ کمان اپنے حلقے کے عوام اور چھاپہ ماروں میں سیاسی تعلیم کے کام کی ذمہ دار ہے وہ اپنے حلقے کے چھاپہ ماروں کی فوجی کارروائیوں کی منصوبہ بندی اور قیادت کرتے ہیں۔وہ علاقائی کمانڈروں کی کارروائیوں کا انتظار کرتے نہیں بیٹھے رہ سکتے کیونکہ علاقائی کمانڈر اپنے علاقوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ گھومتے رہتے ہیں۔حلقہ کمانڈروں کیلئے یہ لازمی ہے کہ وہ لچکدار داؤ پیچ کے ساتھ حلقہ کی سطح کی جھڑپوں اور دوسری کارروائیوں کی منصوبہ بندی کریں۔اور انہیں پایہ تکمیل تک پہنچائیں جیسا کہ پرتگالی قیدی کیمپوں میں فوجی چوکیوں اور بارکوں کے اردگرد اور شہروں میں سیاسی کام کرنا۔

ہم نے اپنے چھاپہ مار دستوں سے بڑے اور زیادہ قابل حرکت کالم بنائے ہیں اور

اب تک بنا رہے ہیں۔150 آدمیوں کے ہر ایک کالم کی قیادت کالم کمانڈر کرتا ہے جو حلقہ کمانڈر کے تابع ہے۔ہر حلقہ میں ایسے پانچ کالم ہونگے۔یہ حلقہ کمانڈر کی ذمہ داری ہے کہ وہ بڑے پیمانے پر نرغے میں لے کر چھاپہ مارے،چوکیوں پر حملہ کرے اور سبوتاژ کی کارروائیوں وغیرہ کی منصوبہ بندی کرے۔اس کے بعد وہ حلقہ کمان کے دوسرے اراکین کے ساتھ اپنے منصوبوں پر غور و خوض کرتا ہے۔جب وہ متفق ہو جاتے ہیں تو وہ ان منصوبوں کو کالم کمانڈروں تک پہنچاتا ہے۔کارروائیوں کے سربراہ کا فرض ہے کہ وہ حساب لگائے کہ کسی مخصوص کارروائی کیلئے کتنے آدمیوں کی ضرورت ہے انہیں کس قسم کے ہتھیار اور گولہ بارود کی ضرورت پڑے گی اور دشمن کی چھوٹی چوکی پر حملے کی صورت میں آیا انہیں آگے بڑھ کر چوکی پر قبضہ کرنا چاہئے یا نہیں۔جب ایک کارروائی کرنے کا فیصلہ ہوتا ہے تو حلقے کے لیڈر پیچھے بیٹھ کر دوسروں کو اپنے منصوبوں پر عمل کرنے کا نظارہ نہیں کرتے۔ان کیلئے لازمی ہے کہ وہ خود جنگ میں حصہ لیں۔

ہر کالم تیس تیس آدمیوں کے پانچ حصوں میں بٹا ہوا ہے اور ہر کسی کا اپنا لیڈر رہے۔ہر حصہ کی دس دس آدمیوں پر مشتمل تین چھوٹی ٹولیاں ہیں۔جب کسی بڑے حملے کی تیاری کی جاتی ہے تو پورا کالم لڑائی کیلئے جاتا ہے۔لیکن اگر کارروائی چھوٹی ہے تو ایک یا دو حصے لڑنے کو جاتے ہیں اگر کارروائی بہت ہی چھوٹی ہے تو فقط ایک ہی ٹولی اُسے انجام دے سکتی ہے۔ٹولی کا لیڈر اپنی ٹولی کی کمان کرتا ہے اپنے آدمیوں کے درمیان چھوٹے موٹے مسئلے حل کرتا ہے اور بھرتی کا ابتدائی کام کرتا ہے۔وہ گاؤں کے لوگوں کو بھرتی کر کے حصہ کے لیڈر کی طرف بھیج سکتا ہے جو یا تو اُن کو اپنے حصہ کی ٹولیوں میں تقسیم کر دے گا۔یا کالم کمانڈر کو حصوں میں بانٹنے کیلئے بھیجے گا۔ٹولی کا لیڈر اپنی ٹولی کی طرف سے کھیتی باڑی کرنے کے انتظام کا بھی ذمہ دار ہے۔وہ اس بات کا تعین کرتا ہے کہ کس قسم کی فصل کی ضرورت ہے اور کس قسم کے اوزار وغیرہ استعمال کئے جائیں۔عام طور پر وہ دشمن کے خلاف تمام کارروائیوں میں حصہ لیتا ہے۔

کمانڈر لکا مبوکلا نے اور بنیادی طور پر انگولا کی عوامی فوج فاپلا کا تنظیمی ڈھانچہ بیان کیا

22.jpg

ہے۔ چونکہ یہ فوج سیاسی فوج ہے اس لئے لکامبوئلا نے اس بات کی بھی وضاحت کی ہے کہ اس فوج پر مجموعی طور پر سیاسی ضابطہ کس طرح رکھا جاتا ہے اور ہر سطح پر فوجی کارروائیوں کی سیاسی حیثیت برقرار رکھنے کیلئے کون سی تنظیمی تدبیریں کی گئی ہیں۔ لیکن ایک عوامی جنگ سماجی انقلاب کے دائرے میں لڑی جاتی ہے۔ اس لئے اس جنگ کی راہ نمائی کرنے والی تنظیم سماجی زندگی کے تمام شعبوں میں انقلاب برپا کرتی ہے اور عوام کو منظم اور متحرک کرتی ہے تا کہ وہ اپنے تمام مسائل خود حل کریں اپنی زندگی کے حالات بہتر بنائیں اور ترقی کرتے ہوئے ایک نئے سماج کی داغ بیل ڈالیں۔ یہ بات ہر وقت ذہن میں رکھنی چاہئے کہ ایم پی ایل اے فقط اقتدار کی منتقلی کیلئے نہیں لڑ رہی تھی۔ چنانچہ آزادی کے بعد پرتگالیوں کے بنائے ہوئے انتظامی اور سماجی ڈھانچوں کو جوں کا توں رہنے دینے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ چونکہ ایم پی ایل اے ایک سماجی انقلاب برپا کر رہی تھی اس لئے پرانی مملکت کو توڑ کر اس کی جگہ نئی عوامی مملکت کا قیام ایک لازمی امر تھا۔ ایک طویل عوامی جنگ میں نئی مملکت کے قیام کیلئے اُس روز کا انتظار نہیں کیا جاتا جب عوامی فوج پورے ملک کو آزاد کرا لے اور دارالخلافہ میں فوجی جھنڈا لہرائے اور قومی ترانہ بجائے۔ ایک طویل انقلابی جنگ میں متبادل سرکاری ڈھانچوں کا قیام جدوجہد کے دوران ہی عمل میں لایا جاتا ہے ایسا کرنا نہ فقط اس لئے ضروری ہے کہ مستقبل میں اس کی ضرورت پڑے گی یا ایسا کرنے سے فوری طور پر عوام کے مسائل حل کئے جاسکتے ہیں۔ بلکہ یہ اس لئے بھی اہم ہے کہ برسرِاقتدار سرکار کی عوام میں جائز حیثیت کو ختم کرنے کیلئے متبادل مملکتی ڈھانچے ضروری ہیں۔ یہاں ہم مملکتی یا سرکاری (جن کو غلط استعمال میں ریاستی بھی کہا جاتا ہے) ڈھانچوں کی بات کر رہے ہیں نہ کہ وزیروں پر مشتمل حکومت کی۔ وزیروں پر مشتمل حکومت تو کوئی نقلی حریت پسند گروہ بھی کسی اور ملک میں قائم کر سکتا ہے۔ یہاں بات خود ملک کے اندر سرکاری ڈھانچے قائم کرنے کی ہو رہی ہے جن کو عوام اپنا سمجھیں اور جن کے سوا وہ کسی اور حکومت کو عملی طور پر تسلیم نہ کریں۔ ایم پی ایل اے نے انگولا کے انقلاب کو ٹھوس شکل دینے کیلئے اور ایک نئے معاشرے کے قیام کے لئے عوامی فوج کے علاوہ اس قسم کے مزید تنظیمی ڈھانچے بنائے جن کا ذکر ہم

نیچے کر رہے ہیں۔

ایم پی ایل اے نے اپنی خانگی انتظامیہ میں نو محکمے قائم کئے۔ ہر محکمہ ایک سیاسی لیڈر کی نگرانی کے تحت کام کرتا تھا۔ یہ نو شعبے حسب ذیل ہیں:

(1) اطلاعات اور پروپیگنڈہ کا محکمہ (ڈی آئی پی)

اس محکمہ کا کام تھا پورے انگولا اور باقی دنیا سے اطلاعات حاصل کرنا اُن کا تجزیہ کرنا، کارکنوں اور عوام تک اُن کی ضرورت کی خبریں پہنچانا اور دنیا میں اپنی جدوجہد کے متعلق پروپیگنڈہ کرنا اس کام کیلئے اطلاعات اور نشر و اشاعت کے ایک وسیع جال کی ضرورت تھی اور یہ کام دوسرے شعبوں کے تعاون کے بغیر نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کام کیلئے یہ محکمہ نہ صرف پرتگالی زبان اور انگولا کی مختلف زبانوں میں مواد شائع کرتا ہے بلکہ بین الاقوامی رابطہ اور اطلاعات کیلئے انگریزی اور فرانسیسی زبانوں میں دو جریدے بھی چھاپتا تھا انگریزی زبان والے رسالے کا نام ''انگولا ان آرمز'' تھا جو انگولا کی جدوجہد کی صحیح صحیح خبریں، تصویریں، انٹرویو اور مضامین چھاپتا تھا۔

انگولا کے ہر کونے میں آزادی اور انقلاب کا پیغام پہنچانے کیلئے ایم پی ایل اے نے روزانہ ریڈیائی نشریات کا پروگرام شروع کیا تھا۔ ان میں سے ایک نشریات برازاول (کانگو) سے اور دوسری لوساکا (زیمبیا) سے کی جاتی تھی۔ ان ریڈیو پروگراموں میں انگولا کی جدوجہد سے متعلق خبریں، تجزیہ، رپورٹیں اور اعلانات نشر کئے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ موسیقی اور دلچسپ بین الاقوامی حالات کا تذکرہ بھی پیش کیا جاتا تھا۔ ان ریڈیو پروگراموں نے انگولا کے عوام کو آزادی کی مسلح جنگ کے لئے متحرک کرنے میں بہت نمایاں کردار ادا کیا۔

(2) امور خارجہ کا محکمہ (ڈی آر ای)

یہ محکمہ کسی ملک کی وزارت خارجہ کی طرح کام کرتا تھا اس کا کام تھا دوسرے ملکوں، تحریکوں، بین الاقوامی تنظیموں اور دوست گروہوں کے ساتھ تعلقات رکھنا سفارتی محاذ پر

اس شعبے نے بہت اہم کارنامے سرانجام دیئے۔

(3) سیاسی رخ دینے والا محکمہ (ڈی او پی)

مسلح جدوجہد کو باقاعدہ اور مسلسل صحیح سیاسی رخ دینے کیلئے باقاعدہ اس محکمے کا قیام عمل میں لایا گیا۔

(4) رسد پہنچانے کا محکمہ

رسد پہنچانے کا کام ہر جنگ میں بہت اہم ہوتا ہے لیکن عوامی جنگ میں یہ کام بہت مشکل بھی ہوتا ہے۔ ایم پی ایل اے نے اس غرض سے ایک علیحدہ محکمہ قائم کیا جو مختلف محاذوں پر عوامی سپاہیوں کو اسلحہ، گولا بارود، خوراک اور دوسری اشیاء پہنچانے کا بندوبست کرتا تھا۔ زیمبیا سے محاذ جنگ پر سامان پہنچانے کیلئے جنگلوں میں رستوں اور پگڈنڈیوں کا ایک جال بچھایا گیا تھا۔ چونکہ یہ ویت نام کے مشہور ''ہوچی منہ ٹریل'' کی طرح تھا، پرتگالی حکام اس کو ''اگستینو نیتو ٹریل'' کہا کہ پہلے جنگی سامان زیادہ تر سر پر یا پیٹھ پر لاد کر پیدل لیجایا جاتا تھا لیکن جوں جوں آزاد علاقے پھیلتے گئے فاصلے بڑھتے گئے اور بھاری اسلحہ آنے لگا تو نقل وحمل کے بہتر ذریعوں کی ضرورت محسوس ہوئی۔ ایم پی ایل اے نے آہستہ آہستہ اپنی ٹرک اور کشتیاں حاصل کر لیں جو محفوظ علاقوں میں کسی حد تک استعمال ہو سکتے تھے۔ رسد کے نظام کو بہتر بنانے کیلئے ''ریلیسے سسٹم'' قائم کیا گیا جس کی بدولت ایک گروہ سامان ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتا تھا۔ جہاں سے ایک اور گروہ اُسے اٹھا کر ایک تیسرے مقام پر پہنچاتا تھا۔ اس طرح سے تمام جنگی محاذوں پر باقاعدگی اور ترتیب سے رسد پہنچانے کا بندوبست کیا گیا۔

(5) محکمہ خزانہ

اس محکمہ کی ذمہ داریاں کسی ملک کی وزارت خزانہ کی طرح کی تھیں۔ اس کا کام تھا تمام

لین دین کا حساب رکھنا بجٹ بنانا اور دیگر مالیاتی معاملات کو سنبھالنا۔

(6) مواصلات کا محکمہ

مفلسی کی حالات میں عوامی انقلابی طریقوں سے کام کرتے ہوئے آزاد علاقوں کے مختلف حصوں کے درمیان رابطہ برقرار رکھنے کی ذمہ داریاں اس محکمے نے سنبھالیں۔

(7) تعلیم اور ثقافت کا محکمہ

آزاد علاقوں میں اسکول کھولنے، اُن کو چلانے اور ثقافت کو فروغ دینے کے علاوہ اس محکمے کے فرائض میں یہ بھی شامل تھا کہ آگے بڑھتے ہوئے کارکنوں کیلئے دوست ملکوں میں فنی تعلیم کا انتظام کرنا۔ آزادی کی جدوجہد کے چند سالوں میں اس محکمہ نے جھونپڑیوں اور دوسری کچی پکی عمارتوں میں اتنے اسکول کھولے جتنے پرتگالیوں نے اپنی پوری نوآبادیاتی تاریخ میں نہیں کھولے تھے۔ اس محکمہ کی کوششوں سے پرائمری تعلیم کا نظام کافی وسیع پیمانے پر کام کرنے لگا۔ بعض علاقوں میں ایم پی ایل اے نے سیکنڈری یا ثانوی اسکول بھی کھولے۔ ان اسکولوں میں بچوں یا بڑوں کو جو بنیادی تعلیم دی جاتی تھی وہ ایم پی ایل اے کی سیاست سے ہم آہنگ ہوتی تھی۔ بچوں کو جب الف، ب پڑھائی جاتی تھی تو اس میں بھی سیاسی پیغام ہوتا تھا۔ عوامی جمہوری ثقافت کو فروغ دینے کیلئے اس محکمے نے شاعری، رقص اور دوسرے فنوں میں انقلابی مواد ڈالنے کی بھرپور کوشش کی اور عوام کو ثقافتی سرگرمیوں میں حصہ لینے کیلئے متحرک کیا۔ نئے انقلابی ترانے اور انقلابی شاعری آزاد علاقوں کے بلکہ غیر آزاد علاقوں کے بھی گاؤں گاؤں میں پہنچ گئی۔

(8) محکمہ صحت (ایس اے ایم)

جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں پرتگالی راج کے تحت انگولا کے عوام مختلف امراض کا شکار رہے اور اُن کے لئے کسی بھی قسم کی طبی امداد کا بندوبست نہیں کیا گیا۔ گنتی کے چند افریقی

باشندوں کو چھوڑ کر انگولا کے لوگوں نے ڈاکٹر دیکھنا تو درکنار کبھی سنا بھی نہیں تھا کہ ڈاکٹر نامی کوئی چیز بھی ہوتی ہے۔ اکثر لوگ جادو ٹوٹکا، جنتر منتر اور جن بھوتوں والے علاج کیا کرتے تھے۔

ایم پی ایل اے نے طبی امداد کا کام سب سے پہلے اُس وقت شروع کیا جب 1961ء میں بغاوت کی ناکامی کے بعد ہزاروں انگولائی پناہ گزین سرحد عبور کر کے زائر پہنچے اور خود ایم پی ایل اے کے اسٹیئرنگ کمیٹی کو نیکری سے لیو پولڈول (اب کنشاسا) آ گئی۔ اس وقت ایم پی ایل اے نے کنشاسا میں انگولائی پناہگیروں کیلئے اسپتال کھولے۔

جب مسلح جدوجہد آگے بڑھنے لگی اور علاقے آزاد ہونے لگے تو ایم پی ایل اے نے آزاد علاقوں میں عوام کو طبی امداد پہنچانے کیلئے منظم طور پر کام شروع کیا۔ پرتگالی نظام کے تحت انگولائیوں کو طبی تعلیم حاصل کرنے کی سہولتیں بہت محدود تھیں۔ انگولائی ڈاکٹروں کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی تھی۔ اس کے باوجود بھی ڈاکٹر امیریکو بوویدا اور ایک آدھ اور ڈاکٹر ایم پی ایل اے میں شامل ہو گئے اور اپنی خدمات عوام اور انقلاب کے لئے پیش کر دیں۔ کچھ کارکنوں کو دوست ملکوں میں صحت عامہ کے مضمون میں تعلیم دلوائی گئی۔ اس سے ایم پی ایل اے نے اپنے محدود ذرائع کے باوجود بھی زیادہ سے زیادہ لوگوں کو بنیادی طبی امداد پہنچانا شروع کی۔ اگست 1970ء تک ایس اے ایم کے عملے پر فقط 4 ڈاکٹر، 7 تربیت یافتہ نرسیں، 18 فوری امداد مہیا کرنے والے معاون، ایک فارمیسٹ، دو طبی معاون، تین نرسوں کے معاون، دو تربیت یافتہ دائیاں اور دو ٹیکنیشین تھے۔ ایک عوامی جنگ میں اور غریب عوامی معاشرے میں ہر فن اور ہنر کو عام آدمیوں تک پہنچانا پڑتا ہے اور لوگوں کے مسائل تکنیکی ذریعوں کے بجائے عوامی طریقوں سے حل کئے جاتے ہیں۔ ایس اے ایم نے بھی صحت عامہ کے انقلابی طریقے پر عمل کرتے ہوئے 1969ء میں نرسوں کی تربیت کیلئے ایک اسکول کھولا۔ جس میں ہر سال پندرہ بیس نرسیں تعلیم حاصل کر کے نکلتی تھیں۔ اس کے علاوہ طبی کارکنوں کی تعلیم کا بندوبست کیا تا کہ ہر چھاپہ مار دستہ کے ساتھ کم از کم ایک طبی کارکن ہو جو بوقت ضرورت ان کو طبی امداد پہنچا سکے۔ سب سے بڑھ کر ایس اے ایم نے یہ کام کیا کہ

چھوٹے موٹے علاج کرنے، ٹیکے لگانے اور مریضوں کی تیمارداری کرنے کی تربیت دی اور عوام کو صحت عامہ کے بنیادی اصول سمجھائے۔

پرتگالی ظالموں نے ایم پی ایل اے کی کوششوں کو ناکام بنانے کیلئے عوام کے طبی مسائل الجھانے کیلئے اور نئے مسائل کھڑے کرنے کیلئے کھیتوں پر زہر چھڑکنا شروع کیا اور غیر فوجی ٹھکانوں پر بیجا بمباری کرنا شروع کی۔ ایسی ہی ایک بمباری کے نتیجے میں ستمبر 19[illegible]ء میں آزاد علاقے کے واحد باقاعدہ اسپتال کو تباہ کر دیا گیا اور ایس اے ایم کے [illegible] اور عظیم انقلابی ڈاکٹر امیریکو بوویدا کو شہید کر دیا گیا۔

ان تمام مشکلات کے باوجود ایم پی ایل اے نے اپنے زیر انتظام آزاد علاقوں میں ہزاروں لوگوں کو شفا دی۔ فقط تیسرے جنگی محاذ یعنی مشرقی علاقے میں 1970ء تک 37,9,14 مریضوں کا علاج کیا گیا۔

مشکل علاجوں اور آپریشن کیلئے عوامی جمہوریہ کانگ کے مقام پر دولیزی میں ایم پی ایل اے نے ایک اسپتال قائم کیا۔ تنزانیہ نے بھی انگولا اور موزمبیق کے حریت پسندوں کے لئے ایک اسپتال وقف کر دیا جس کا نام امیریکو بوویدا اسپتال رکھا گیا۔

9) عوامی تنظیموں کا محکمہ (ڈی او ایم)

اس محکمہ کا کام تھا عوامی تنظیموں کی نگرانی کرنا اور اُن کے کام میں مطابقت پیدا کرنا۔ ایم پی ایل اے کی چار عوامی تنظیمیں یہ ہیں

(الف) انگولا کے مزدوروں کی قومی انجمن

اس تنظیم کا بنیادی کام تھا آزاد علاقوں میں کسانوں اور کھیت مزدوروں کو منظم کرنا۔ انتا نے کسانوں کو متحرک کر کے اجتماعی کھیتی باڑی کا کام شروع کیا۔ کسان اب اپنے نجی کھیتوں کے علاوہ ان اجتماعی کھیتوں پر بھی کام کرنے لگے۔ انتا نے انہیں اوزار مہیا کئے کھیتی باڑی کے جدید طریقے سکھائے اور پیداوار کو فروخت کرنے میں مدد دی۔ انتا کے کارکنوں

25.jpg

کے جذبے اور اُن کی انتھک کوششوں کی وجہ سے آزاد علاقے خوراک کے معاملے میں خود کفیل ہو گئے، پرتگالیوں نے آزادی کی جدوجہد کو ناکام بنانے کی غرض سے کھیتوں پر زہر پھینکنا شروع کیا تا کہ فصلیں تباہ ہو جائیں اور لوگ بھوک سے تنگ آ کر جدوجہد بند کر دیں۔ انتا نے اپنی انقلابی کوششوں سے پرتگال کی اس سازش کو ناکام بنا دیا۔ اور انتا نے اس کام کو بخوبی انجام دیا۔ انگولا کے صنعتی اور تجارتی مزدور شہروں میں رہتے تھے جو پرتگالیوں کے قبضے میں تھے۔ انتا وہاں مزدور یونینوں میں خفیہ کام کرتی رہی۔

(ب) انگولا کی عورتوں کی تنظیم (او ایم اے)

ہر ملک کی آبادی کا تقریباً آدھا حصہ عورتیں ہوتی ہیں۔ عورتیں قومی اور طبقاتی طور پر مظلوم ہونے کے علاوہ مردوں کے ظلم کا بھی شکار ہوتی ہیں اس لئے اُن میں آزادی اور انصاف کی لگن تیز ہوتی ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ عورتوں کے سرگرم ہوئے بغیر کسی بھی انقلاب کی کامیابی ناممکن ہے۔ انگولا بھی ایک ایسا ملک ہے جس میں عورتوں کو مردوں کے مقابلے میں زیادہ پسماندہ اور زیادہ محروم و مظلوم رکھا گیا تھا۔ ایم پی ایل اے نے عورتوں کے مسائل پر اور عورتوں کی اہمیت پر فوری توجہ دی صدر نیتو نے کہا:

''عورتوں کو چاہئے کہ وہ ہتھیار اُٹھا لیں ایک عورت اتنا ہی اچھا لڑ سکتی ہے جتنا کوئی مرد۔

عورتوں کو منظم اور متحرک کرنے کیلئے ایم پی ایل اے نے عورتوں کی جماعت او ایم اے بنائی اس جماعت نے عورتوں کو قومی آزادی، سماجی انصاف اور عورتوں اور مردوں کے بیچ میں برابری کی متحدہ جدوجہد کیلئے متحرک کیا۔ او ایم اے نے عورتوں کو انقلاب میں بھرپور حصہ لینے کی تعلیم دی اور بہت سی عورتیں چھاپہ مار فوج میں شامل ہو گئیں۔ دوسری عورتوں نے اور مختلف طریقوں سے انقلاب کی خدمت کی۔ سراغ رسانی اور دشمن کی نقل و حرکت کی خبر پہنچانے کے کام میں عورتوں نے خاص طور پر اہم کردار ادا کیا۔ جدوجہد میں مل کر کام کرنے سے عورتوں اور مردوں کے درمیان اب عزت اور برابری کا نیا رشتہ پیدا ہونے لگا

اور مردوں کے رویہ میں کافی تبدیلی پیدا ہو گئی۔ اس تبدیلی کا ذکر کرتے ہوئے ڈان بارنٹ نے لکھا ہے کہ آزاد علاقوں میں ایم پی ایل اے کے کیمپوں کے باورچی خانوں میں کھانے پکانے کا کام زیادہ تر مردوں کے ذمہ تھا۔ حالانکہ روایتی طور پر مرد یہ کام نہیں کیا کرتے۔ ایم پی ایل اے نے عورتوں پر ہونے والے مظالم کو ختم کرنے اور عورت اور مرد کے درمیان مساوی تعلقات پیدا کرنے کے سلسلے میں کئی عملی اقدام اٹھائے جن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ تمام کارکنوں کیلئے ایک سے زیادہ شادی کرنے پر ممانعت عائد کر دی گئی۔

او ایم اے کی زیر قیادت انگولا کی عورتوں نے جو شاندار کارنامے انجام دیئے ہیں اور جو قربانیاں دی ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ آزادی کی اس جدوجہد میں دیولیند ارادریگز اور سینکڑوں دوسری حریت پسندوں عورتوں نے اپنی جانیں تک قربان کر دیں۔

(پ) انگولا کی نوجوان تنظیم (جے ایم پی ایل اے)

یہ تنظیم نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کو آزادی کی جدوجہد کیلئے متحرک کرنے کیلئے بنائی گئی تھی۔ اس جماعت کے کام کی وجہ سے نوجوان تحریک آزادی میں سرگرم ہوئے اور اُن میں سے بہت سے چھاپہ مار دستوں میں شامل ہو گئے۔

(ت) بچوں کی تنظیم یا پائنیر جماعت

انقلاب سماج کے ہر حصے کو متاثر کرتا ہے، چنانچہ یہ لازمی ہے کہ جب بڑے آزادی کیلئے لڑ رہے ہوں تو بچے بھی اس جدوجہد کے لئے متحرک ہو جائیں لیکن بچوں کو عوامی جنگ میں شامل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ انہیں انقلابی تعلیم دی جائے اور انہیں باقاعدہ منظم کیا جائے۔ ایم پی ایل اے نے اس کام کیلئے پائنیر جماعت بنائی جس نے انقلاب میں اپنا مناسب کردار ادا کیا۔

ان نو محکموں کے علاوہ ایم پی ایل اے نے آزاد علاقوں میں جگہ جگہ تعلیم کے مراکز قائم کئے جن کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں ان مراکز میں کارکنوں کو سخت نظم و ضبط کے تحت سیاسی

26.jpg

اورنظریاتی تعلیم دی جاتی تھی تا کہ وہ انقلاب اور آزادی کے مقاصد کو اچھی طرح ذہن نشین کریں اور مسلح جدوجہد کو محض مار دھاڑ یا نسلی جنگ نہ سمجھیں ۔ان مراکز نے مستقبل کی پرولتاریہ پارٹی کی سیاسی بنیاد ڈالنے کا کام اچھی طرح سے انجام دیا

عوامی اقتدار

طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں ۔کوئی تنظیم واقعی اس بات پر یقین رکھتی ہے یا نہیں اس کا اندازہ اس کے عمل سے ہوتا ہے ۔عوامی اقتدار اور عوامی جمہوریت کے قیام کے لئے اس روز کا انتظار نہیں کیا جاسکتا جب مملکتی اقتدار پوری طرح انقلابی پارٹی کے ہاتھوں میں آجائے ۔اس کی بنیاد شروع ہی سے جدوجہد کے دوران آزاد و نیم آزاد علاقوں میں اور خود تنظیم کے طور طریقے پر رکھی جاتی ہے ۔ایم پی ایل اے نے آزاد اور نیم آزاد علاقوں میں عوامی جمہوریت کی بنیاد قائم کرنے کیلئے عوام کی انقلابی ایکشن کمیٹیاں قائم کیں ۔

جب کوئی علاقہ پرتگالیوں کے قبضہ سے آزاد کر دیا جاتا تھا تو ایم پی ایل اے کے کارکن اور چھاپہ مار گاؤں گاؤں جا کر عوام میں سیاسی پرچار کرتے اور اُن کو منظم ہونے کیلئے کہتے ۔ ہر سیکٹر میں ایک انقلابی کمیٹی قائم کی جاتی تھی ۔ایم پی ایل اے کے انتظامی ڈھانچے میں پانچ علاقے یا فوجی محاذ تھے ۔ ہر علاقے میں کئی حلقے تھے اور ہر حلقے میں پانچ یا چھ سیکٹر ہوتے تھے ۔ ہر سیکٹر میں اوسط آبادی 500 تھی ۔ ہر سیکٹر کے مختلف گاؤں کے لوگوں کو اکٹھا ہو کر انقلابی کمیٹی بنانا پڑتی تھی ۔لوگ جمہوری طریقے سے اپنا صدر، سیکریٹری، خزانچی اور سیاسی تنظیم کار منتخب کرتے تھے اور ایم پی ایل اے اپنی طرف سے کوئی بھی ممبر نامزد نہیں کرتی تھی ۔ ہر کمیٹی پر عورتوں کی تنظیم کے ایک رکن کا ہونا لازمی تھا ۔جبکہ عورتیں دوسرے عہدوں کیلئے بھی منتخب ہوسکتی تھیں ۔ ہر سیکٹر کے مختلف گاؤں اور گروپوں کی اپنی اپنی تنظیمیں تھیں جو سیکٹر کی انقلابی کمیٹی پر اپنے نمائندے نامزد کرتی تھیں ۔انقلابی کمیٹیاں اپنے حلقے کی کمان اور علاقائی اسٹیئرنگ کمیٹی کے ذریعے ایم پی ایل اے کی مرکزی کمیٹی یعنی رابطہ کمیٹی کے ساتھ رابطہ قائم رکھا کرتی تھیں ۔اوپر سے آنے والی ہدایتوں کو انقلابی کمیٹیاں گاؤں گاؤں

تک پہنچایا کرتی تھیں ۔

انقلابی کمیٹیاں عوام کے تمام معاملات اور مسائل کو طے کرنے کی ذمہ دار تھیں ۔ان کمیٹیوں کے سپرد کام میں تین کام خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔

(1) اجتماعی کھیتوں پر پیداوار کرنا

محنت کش تنظیم انتا کے زیر نگرانی انقلابی کمیٹیاں کسانوں کو عوامی اجتماعی کھیتوں پر کام کرنے کیلئے متحرک کرتی تھیں اور پیداوار بڑھانے میں عوام کی ہمت افزائی کرتی تھیں ۔ عوامی کھیتوں کی پیداوار کا حساب کتاب انقلابی کمیٹیاں سال کے آخر میں انتا کو پیش کرتی تھیں ۔

(2) عوامی دوکان چلنا

پیداوار کو فروخت کرنے اور عوام کو ضرورت کی چیزیں مہیا کرنے کیلئے ایم پی ایل اے نے ہر سیکٹر میں ایک عوامی دوکان کھولی ۔ یہ دوکان بھی انتا کے ذمہ تھیں، لیکن اُن کا روزمرہ کا کام انقلابی کمیٹیاں چلاتی تھیں، اجتماعی کھیتوں پر یا لوگوں کے نجی کھیتوں پر پیدا کیۓ ہوئے اناج میں سے لوگ اپنی ضرورت کا حصہ رکھ کر اور عوامی فوج کو اپنا عطیہ دینے کے بعد بقیہ اناج ان دوکانوں پر فروخت کرتے تھے ۔ یہاں لوگ اپنی دوسری چیزیں مثلاً شہد، مچھلی اور کھالیں وغیرہ بھی فروخت کیا کرتے تھے ۔ مقامی ضروریات فروخت کرنے کے بعد باقی مال یا آزاد علاقوں کے دوسرے حصوں میں بھجوایا جاتا تھا یا تجارت کے ذریعے زیمبیا میں فروخت کیا جاتا تھا ۔عوام کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے عوامی دوکان دوسرے علاقوں سے یا دوسرے ملکوں سے کپڑا، پکانے کا تیل اور نمک وغیرہ منگا کر مقامی لوگوں کو فروخت کرتے تھے ۔اکثر جگہوں پر اس تجارت میں پیسہ نہیں استعمال ہوتا تھا ۔لوگ مچھلی یا کوئی دوسری چیز دیکر اس کی جگہ نمک یا کوئی اور ضرورت کی چیز لے لیا کرتے تھے عام طور پر آزاد علاقوں میں چیزوں کے دام ایک سے مقرر کیۓ گئے تھے ۔

پرتگالی نوآبادیاتی معیشت سے کٹ کر انگولا کے عوام کی اپنی معیشت قائم کرنے میں عوامی کھیتوں کی طرح عوامی دوکانیں بھی اہم کردار ادا کر رہی تھیں ۔ ان دوکانوں کے ذریعے نہ فقط عوام کی روزمرہ کی ضروریات پوری کی جاتی تھیں بلکہ سیاسی طور پر پرتگالی حکمرانوں سے عدم تعاون کرنے اور سامراجی نظام سے چھٹکارا حاصل کرنے میں یہ دوکانیں ایک موثر ہتھیار کی حیثیت رکھتی تھیں ۔

انقلابی کمیٹیاں ان دوکانوں کا حساب کتاب رکھتی تھیں اور انتا کے عہدیداروں کو پیش کرتی تھیں ۔

(3) عوامی ملیشیاء

جنگ میں ہر شخص سپاہی ہوتا ہے ۔ دفاع کا کام فقط عوام کی باقاعدہ فوج اور چھاپہ ماروں پر نہیں چھوڑا جاسکتا کیونکہ دشمن بھی غیر مسلح آبادی اور غیر فوجی ٹھکانوں کو نہیں بخشتا ۔ چنانچہ گاؤں، کھیتوں، اسکولوں اور شفاخانوں کے دفاع کے لئے سب لوگوں کو چوکس رہنا پڑتا ہے ۔چین اور ویت نام وغیرہ کی طرح انگولا میں بھی عوامی ملیشیا قائم کی گئی ۔اس ملیشیا کو منظم کرنا اور اس کے ذریعہ عوام کے جان و مال کی حفاظت کرنا انقلابی ایکشن کمیٹیوں کا کام تھا ۔شروع شروع میں عوامی ملیشیا کے پاس فقط نیزے، بھالے اور دوسرے روایتی ہتھیار تھے ۔ بعد میں عوامی فوج نے ملیشیا کے رہنماؤں کو بندوق چلانے کی تربیت دی اور ہر ملیشیا کو چار پانچ بندوقیں دیں، چونکہ عوامی فوج کے پاس خود کافی اور اچھے ہتھیار نہیں تھے اس لئے وہ ملیشیا کو فقط تھوڑے سے پرانے اور معمولی ہتھیار دے سکی ۔ 1971ء کے بعد جب فوجی صورتحال بہتر ہوئی اور جدید ہتھیار زیادہ تعداد میں ہاتھ آئے تو ملیشیا کو بھی مناسب مقدار میں اسلحہ اور گولا بارود دیا گیا ۔عوامی ملیشیا نے آزاد علاقوں کے دفاع کا کام بہت بہادری اور جفاکشی سے کیا ۔

عوام کو نہ صرف انقلابی کمیٹیوں کے عہدیداروں پر تنقید کرنے کا اور انہیں ہٹانے کا حق حاصل تھا بلکہ انقلابی کمیٹیوں کے ذریعہ یا کسی اور بھی طریقے سے انہیں یہ حق حاصل تھا کہ وہ

ایم پی ایل اے، اُس کے کسی بھی محکمے، عوامی فوج یا انقلابی تربیت کے مراکز پر تنقید کریں اور تبدیلی کا مطالبہ کریں ۔عوام کی شکایت کی بناء پر کئی کمانڈروں، لیڈروں اور کارکنوں کو ہٹایا گیا یا اُن کا عہدہ کم کر دیا گیا لیکن ان تمام باتوں کے فیصلے جمہوری طریقوں سے عوام کی شمولیت کے ساتھ عام جلسوں میں کیۓ جاتے تھے ۔

ایم پی ایل اے نے طویل عوامی جنگ کے دوران انقلابی تنظیمی ڈھانچے بنا کر اور عوامی جمہوریت پر عمل کرتے ہوئے اپنے آپ کو اس بات پر تیار کر لیا کہ جس روز پورا ملک آزاد ہو جائے اُس روز وہ پورے انگولا کا نظم ونسق سنبھال سکے اور انقلاب کو جاری رکھ سکے ۔

مخالف تنظیمیں، بیرونی مداخلت اور خانہ جنگی

آج سے ایک آدھ مہینے پہلے تک اخبارات میں روزانہ انگولا میں خانہ جنگی اور بیرونی مداخلت کے متعلق سرخیاں لگا کرتی تھیں ۔ درحقیقت یہ خانہ جنگی اور بیرونی مداخلت 1970ء کے آخر میں نہیں شروع ہوئی ۔اس تنازعہ کی ایک لمبی داستان ہے جس کی کڑیاں انگولا کی قبائلی تقسیم جنوبی افریقہ نسل پرست اقلیتی راج اور جدید سامراجیوں کی عالمی حکمت عملی سے ملتی ہیں ۔ہم اس داستان کے صرف اہم جزو یہاں بیان کریں گے تا کہ انگولا کے تنازعہ کو اور انقلابی عمل کی پیچیدگیوں اور تضادات کو سمجھنے میں مدد ملے ۔

ہم نے پچھلے ابواب میں بتایا ہے کہ ایم پی ایل اے انگولا کی مجموعی قوم پرستی کا اظہار ہے اور اس تنظیم نے قبائلی، مذہبی اور دوسری عصبیتوں سے ہٹ کر انگولا کے تمام عوام کو آزادی کیلئے متحرک کرنے کی کوشش کی، ہم نے یہ بھی بتایا ہے کہ پرتگالی نوآبادیاتی راج نے انگولا کے ہر حصے اور ہر قبیلے کو یکساں طور پر متاثر نہیں کیا ۔علاقائی اور قبائلی غیر ہم آہنگی کی وجہ سے جو تضادات پیدا ہوئے اُن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ شمالی علاقوں میں بسنے والے بکانگو قبیلے میں پرتگالی نوآبادیاتی راج کے خلاف جو نفرت اور مزاحمت کے احساسات پیدا ہوئے اُن کا اظہار پورے انگولا کی آزادی کی تحریک میں ہونے کے بجائے بکانگو سلطنت کی بحالی اور بکانگو علیحدگی پسندی کی صورت میں ہونے لگا ۔

27.jpg

28.jpg

ان احساسات کو ہوا دینے اور محدود شعور پیدا کرنے میں قبیلے کے کچھ رسہ گیروں کا ہاتھ تھا۔ان میں دو شخص خاص طور پر قابل ذکر ہیں باروس نکا اور ایڈورڈو پنوک، ان کا خیال تھا کہ اپنی مرضی کا ایک بکانگو بادشاہ منتخب کروا کے پرتگالیوں کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ اصلاحات لا کر بکانگو کے علاقے کی پرتگالی سلطنت میں ایک خاص حیثیت کو تسلیم کرلیں۔اس علاقے میں وہ اُن قبیلوں کو بھی شامل کرنا چاہتے تھے جو پہلے کبھی بکانگو کے زیر دست رہے تھے۔اس مقصد کے لئے انہوں نے باقاعدہ بکانگو کی علیحدہ حیثیت کا پرچار شروع کیا اور ہمسایہ ملک زائر میں اپنا سیاسی اڈہ قائم کرنے کی کوشش کی جہاں انہیں نکا کے بھانجے رابرٹر ہولڈن کا تعاون حاصل ہوا۔جون 1956ء میں انہوں نے اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل سے درخواست کی کہ اُن کے علاقے کا نام انگولا سے تبدیل کر کے کانگو رکھا جائے۔اس کے ایک مہینہ بعد انہوں نے ایک تنظیم بنانے کا اعلان کیا جس کا نام شمالی انگولا کے لوگوں کی یونین (یو، پی این اے) رکھا گیا۔وہ قبائلی علیحدگی پسندی کا پروگرام لیکر افریقہ اور باقی دنیا میں پرچار کرنے لگے اور امریکہ سے مدد مانگی۔جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے قبائلی پروگرام کی تائید کرنے کیلئے کوئی تیار نہیں ہے تو 1958ء میں ایک امریکی مشیر کے کہنے پر انہوں نے پورے انگولا کی آزادی کا ٹھیکیدار بننے کا فیصلہ کرلیا اور اپنی تنظیم کا نام بدل کر انگولا کے لوگوں کی تنظیم (یو پی اے) کردیا۔

رابرڈو ہولڈن

اس موقع پر نکا کے بھانجے رابرٹو ہولڈن تنظیم میں نمایاں حیثیت حاصل کر چکے تھے۔ رابرٹو 1925ء میں دو سال کی عمر میں انگولا سے زائر چلے گئے تھے جہاں وہ پل کر بڑے ہوئے تعلیم حاصل کی اور کاروبار شروع کیا۔وہ اپنی زندگی میں فقط تین مرتبہ مختصر عرصہ کیلئے انگولا گئے تھے۔یو پی اے کا سربراہ بننے کے بعد انہوں نے اپنی تنظیم کے لئے بین الاقوامی امداد حاصل کرنے کی کوشش شروع کردی۔

1958ء میں وہ گھانا میں منعقد ہونے والی کل افریقی کانگریس میں پہنچ گئے اور وہاں

بھی انہوں نے قبائلی علیحدگی کی باتیں کیں۔جب انہیں اس بات پر لعنت پھٹکار پڑی تو انہوں نے گرگٹ کی طرح رنگ بدل کر پورے انگولا کی آزادی کا منشور پیش کردیا۔مشہور تاریخ دان بازل ڈیوڈسن بھی اس کانفرنس میں موجود تھے۔انہوں نے بھی یہ تماشا دیکھا اور اپنی کتاب میں اس کا ذکر کیا۔

اس وقت تک لوآندہ میں ایم پی ایل اے قائم ہو چکی تھی اور اُس نے ترقی پسند قوم پرست پروگرام کی بنیاد پر کام کرنا شروع کردیا تھا۔امریکی سامراجیوں کو نہ تو زائر کے قوم پرست رہنما پیٹرس لومبا کی سیاست پسند تھی اور نہ وہ انگولا میں ایم پی ایل اے کو مقبول ہوتا ہوا دیکھ سکتے تھے۔امریکی سامراجیوں کا مفاد اسی میں تھا کہ جب غلام ملک نوآبادیاتی راج سے آزادی حاصل کریں تو حکومت ایسے طبقوں اور ایسے سیاسی عناصر کے ہاتھ میں آئے جو جدید سامراج کے ساتھ مل کر اپنے عوام کی لوٹ کھسوٹ کریں اور حقیقی آزادی کو روکیں۔ اس لئے انہوں نے ایک طرف لومبا کے خلاف رجعت پسند سیاستدانوں کاساووبو، شومبے، کلونجی اور موقع پرست سپاہی موبوٹو کی سرپرستی شروع کردی اور دوسری طرف انگولا کی تحریک آزادی ایم پی ایل اے کے مقابلے میں رابرٹو کی ہمت افزائی کی۔یہ دونوں کام ایک ساتھ کئے جاتے تھے کیونکہ رابرٹو خود بھی زائر میں مقیم تھے اور زائر کی سیاست کا اثر انگولا پر لازمی طور پر ہونا تھا۔

1959ء اور 1960ء میں لوآندہ میں ڈاکٹر اگستینیو نیتو اور متعدد دوسرے قوم پرستوں کی گرفتاری کی وجہ سے اور بقایا ایم پی ایل اے لیڈروں کی پیرس اور گنی میں جلاوطنی کی وجہ سے رابرٹو کو میدان خالی مل گیا۔زائر کو ابھی آزادی ملی ہی تھی کہ سامراجیوں کو ایما پر شومبے اور کلونجی نے اپنے اپنے علاقوں کی علیحدگی کا اعلان کردیا۔موبوٹو کے سپاہیوں نے ہڑتال کردی اور صدر کاساوُبو نے وزیراعظم لومبا کو غیر قانونی طور پر برطرف کردیا۔اقوام متحدہ کے جھنڈے تلے سامراجیوں نے زائر میں امن بحال کرنے کے بہانے فوجی مداخلت کردی۔اور اُن کی موجودگی میں موبوٹو نے لومبا کو گرفتار کر کے شومبے کے حوالے کردیا جس نے اُسے کٹنگا لے جا کر ہلاک کردیا۔اس امریکی سازش کی کامیابی کے بعد سی

29.jpg

آئی اے نے اپنے پٹھو سرل اٹولا کو وزیراعظم بنادیا۔اُس دن سے آج تک زائر کی سیاست امریکی سامراجی اور ان کی سازشی تنظیم سی آئی اے چلا رہے ہیں۔زائر میں رجعت پرست اور سامراجی ایجنٹ سیاستدانوں کے برسراقتدار آنے سے رابرٹو کو بہت تقویت ملی۔کاساوُبو بھی بکانگو تھے اور رابرٹو کی قبائلیت کے ہم خیال تھے۔موبوٹو رشتے میں رابرٹو کے برادر نسبتی بن گئے۔امریکیوں کے لئے بھی اب آسان ہوگیا کہ وہ زائر کی حکومت کے ذریعہ اور زائر میں مقیم سی آئی اے ایجنٹوں کے ذریعے رابرٹو کے ساتھ رابطہ رکھیں اور انہیں امداد پہنچائیں۔ رابرٹو کی اب تو پانچوں انگلیاں گھی میں تھیں۔

موجودہ تاریخ کا یہ ایک المیہ ہے کہ امریکی امداد پہنچنے سے پہلے رابرٹو کو ایک ترقی پسند سامراج دشمن تحریک کی حمایت حاصل ہوگئی۔ہوا یوں کہ الجزائر کی تحریک آزادی کو انگولا کی آزادی میں دلچسپی پیدا ہوگئی۔اُس نے مشہور انقلابی مصنف فرانز فینن کے ذریعے ایم پی ایل اے پر 1960ء میں دباؤ ڈالا کہ وہ مسلح جدوجہد شروع کردے۔اُسی سال ڈاکٹر نیتو گرفتار ہوئے تھے اور کارکنوں کو پرتگالیوں نے سخت سزائیں سنائیں تھیں۔ایم پی ایل اے کا خیال تھا کہ مسلح جدوجہد شروع کرنے سے پہلے تنظیم کو مضبوط کرنا ہوگا اور عوام میں سیاسی کام کرنا ہوگا اس لئے انہوں نے الجزائر والوں سے انتظار کرنے کیلئے کہا۔رابرٹو نے موقع غنیمت جان کر الجزائریوں سے فوراً مسلح جدوجہد شروع کرنے کا وعدہ کیا۔فرانز فینن نے اعتراف کیا کہ رابرٹو سیاسی طور پر ایم پی ایل اے کے مقابلے میں بہت کمتر ہے لیکن چونکہ وہ جنگ کرنے کیلئے تیار ہے اس لئے وہ اسے امداد دینے پر مجبور ہے۔اس کے باوجود فینن نے یو پی اے اور ایم پی اے کے درمیان اتحاد پیدا کرنے کی بھی کوشش کی اور اس کوشش کے نتیجے میں دونوں تنظیموں نے 31 جون 1960ء کو ایک سمجھوتا کیا۔یو پی اے کی طرف سے رابرڈو نے دستخط کئے اور ایم پی ایل اے کی طرف سے چار دستخط کرنے والوں میں عظیم افریقی انقلابی ایملکار کیبرال بھی تھے جو خود اس وقت اپنے ملک گنی بساؤ میں مسلح جدوجہد شروع کرنے کی تیاریاں شروع کر رہے تھے۔الجزائر کی مدد سے رابرٹو نے مسلح بغاوت کی تیاریاں شروع کردیں اور بغاوت کی تاریخ 15 مارچ 1961ء رکھی گئی۔

لیکن اس بغاوت کے شروع ہونے سے پہلے 4 فروری کو لوآندہ میں عوام نے جیل خانوں پر حملے شروع کردیئے اور مارچ کی شروعات میں ایم پی ایل اے کے کارکنوں نے شمال میں نامبوا، گانگو میں پرتگالیوں کے خلاف مسلح کارروائیاں شروع کردیں۔رابرٹو کے منصوبے کے تحت جب بکانگو کے علاقے میں بغاوت شروع ہوئی تو اس کا کردار ہی مختلف تھا۔ یو پی اے کے کارکنوں نے نسل اور قبیلہ کی بنیاد پر قتل عام کروانا شروع کیا۔پھر پرتگالیوں نے بھی انتہائی بربریت کے ساتھ اس فساد کو کچلا۔اس لڑائی فساد کے نتیجے میں کم از کم تیس ہزار لوگ مارے گئے۔جن لوگوں نے اس نسل پرستی اور قبائلیت کی مخالفت کرنے کی کوشش کی انہیں بھی یو پی اے والوں نے مارا پیٹا۔جہاں جہاں موقع ملا وہاں انہوں نے ایم پی ایل اے کے کارکنوں کو ختم کرنے کی کوشش کی۔نامبوا، گانگو میں چھ مہینے تک پرتگالی ایم پی ایل اے کے آزاد کئے ہوئے علاقے پر قبضہ کرسکے تھے۔لیکن اب یو پی اے کے لوگوں نے اُن پر حملے کئے اور اُن کی زندگی عذاب بنادی۔اس طرح رابرٹو کے لوگوں نے پرتگالیوں کو اس علاقے پر دوبارہ قبضہ کرنے میں مدد دی۔جب ایم پی ایل اے کے کارکن بھاگ کر زائر کی طرف جانے لگے تو رابرٹو کے لوگوں نے اُن کا پیچھا کیا اور سرحد عبور کرنے سے روکا۔ان کی غنڈگردی کی وجہ سے ایم پی ایل اے کے بہت سے ہمدرد پناہ گزین زائر پہنچنے سے پہلے ہی ختم ہوگئے کچھ دیمبوس جنگلات میں چھپ گئے اور کچھ مشکلوں سے زائر پہنچے۔

ایم پی ایل اے نے پھر بھی یو پی اے کی طرف مصالحت کا رویہ اختیار کیا۔مئی 1961ء میں ایم پی ایل اے کے سربراہ ماریو دی اندراد لائبیریا کے دارالخلافہ مونوروویا میں رابرٹو سے ملے اور دونوں تنظیموں کے درمیان تعاون کی ضرورت پر زور دیا۔رابرٹو نے "اصولی طور" پر اتفاق کیا۔جون کے مہینے میں ایم پی ایل اے تعاون اور اتحاد کیلئے بے چین تھی کیونکہ وہ ایک حقیقی حریت پسند تحریک کی حیثیت سے یہ جانتی تھی کہ ایسے نفاق اور جھگڑے سے فقط نوآبادیاتیوں اور سامراجیوں کو فائدہ پہنچتا ہے لیکن رابرٹو آزادی کی جدوجہد کے ساتھ مخلص نہیں تھے۔وہ فقط اتنا چاہتے تھے کہ اُن کے پاس اتنی طاقت ہو جو اگر کل کو پرتگال کے اندرونی تضادات کی وجہ سے یا بین الاقوامی دباؤ کی وجہ سے انگولا کو آزادی مل جائے تو وہ

30.jpg

بلیک میل کر کے اقتدار حاصل کرلیں۔اس صورت میں کسی بھی حقیقی حریت پسند تنظیم کا آگے بڑھنا رابرٹو کیلئے ایک خطرہ تھا۔وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اُس حقیقی تنظیم کو مسلح جدو جہد کیلئے زائر کے سرحدی علاقوں کی ضرورت پڑے گی۔اس لئے اُن کی ساری حکمت عملی یہی تھی کہ ایم پی ایل اے کو زائر میں جمنے نہ دیا جائے اور اُس کے چھاپہ مار دستوں کو زائر کی سرحد سے انگولا میں داخل نہیں ہونے دیا جائے اس منصوبے پر عمل کرتے ہوئے اکتوبر 1961ء میں رابرٹو کے لوگوں نے ایم پی ایل اے کے ایک چھاپہ مار دستے کو، جس میں 12 آدمی تھے اور جس کی قیادت کمانڈر فریرا کر رہے تھے، شمالی انگولا میں پکڑ کر قتل کر ڈالا۔اس کی خبر سب سے پہلے ایم پی ایل اے کی قیادت نے دی جو اُس وقت گنی سے منتقل ہو کر زائر کے دارالخلافہ کنشاسا آ گئی تھی۔ چار مہینے بعد رابرٹو کی فوج کے سربراہ مارکوس کسانگا نے اس بات کی تصدیق کی اور رابرٹو ٹولے کے کئے ہوئے دوسرے قتلوں کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ شمالی فسادات میں یو پی اے نے آٹھ ہزار انگولائیوں کا قتل کیا تھا اور جب اندرون انگولا میں اُن کے کمانڈر رپیتسا نے قبائلی خونریزی کے خلاف احتجاج کیا تو رابرٹو نے اُسے بھی مروا دیا۔

یہ وقت ایم پی ایل اے کے لئے بہت مشکل تھا فوجی اعتبار سے شمالی انگولا سب سے اہم علاقہ تھا اور اس علاقے میں چھاپہ مار سرگرمیاں جاری رکھنے کیلئے زائر کی سرحد کا کوئی متبادل نہیں تھا۔زائر میں لومبا کا قتل ہو چکا تھا اور ایم پی ایل اے کے ہمدرد سیاستدان زیر عتاب تھے۔رابرٹو انہیں سانس لینے نہیں دے رہا تھا۔آزادی کے عظیم تر مفادات کو مدنظر رکھتے ہوئے ایم پی ایل اے نے اتحاد کی کوششوں کو پھر بھی جاری رکھا۔دسمبر 1961ء میں ایم پی ایل اے کے نوجوان کارکنوں نے یو پی اے اور الائز و تحریک کے نوجوان کارکنوں کے ساتھ مل کر نوجوان انگولائیوں کی جمہوری جماعت قائم کی۔لیکن یو پی اے کے لیڈروں نے اپنے نوجوان کارکنوں کو فوراً اس جماعت کو چھوڑنے کا حکم دیا۔

مارچ 1962ء میں رابرٹو کی جماعت یو پی اے نے ایک اور موقع پرست جماعت پی ڈی اے (جو پہلے زومبو تحریک اور لائرو کے ناموں سے پہچانی جاتی تھی) سے الحاق کر کے اپنا نام انگولا کی قومی آزادی کا محاذ (ایف این ایل اے) کر دیا۔نو روز بعد انہوں نے

انگولا کی جلاوطن عبوری حکومت (گرائی) کے قیام کا اعلان کر دیا۔رابرٹو نے اس بات کا دعویٰ کرتے ہوئے کہ انہوں نے انگولا کے وسیع علاقوں کو پرتگالی قبضے سے آزاد کرالیا ہے دنیا کے ملکوں سے اپیل کی کہ وہ اُن کی عبوری حکومت کو انگولا کی واحد جائز حکومت کی حیثیت سے تسلیم کریں، الجزائر میں صدر بین بیلا کی حکومت دنیا کی پہلی حکومت تھی جس نے رابرٹو کی گرائی کو تسلیم کیا۔

اس وقت ایم پی ایل اے اندرونی پھوٹ کی وجہ سے بہت کمزور ہو گئی تھی۔صدر نیتو پرتگالی جیل سے بھاگ کر 1962ء کے آخر میں کنشاسا پہنچے۔لیکن معاملات سلجھنے کی بجائے اور الجھتے گئے۔اگلے سال ایم پی ایل اے نے وریاتو داکروز کو تنظیم سے خارج کر کے دوبارہ سرگرمیاں شروع کرنے کی تیاریاں شروع ہی کی تھیں کہ زائر کی حکومت نے جون کے مہینے میں ایم پی ایل اے پر حملے شروع کر دیئے۔سب سے پہلے اس نے ایم پی ایل اے والوں کے مکانوں پر چھاپے مار کر وہ تمام اسلحہ اور گولہ بارود ضبط کر لیا جو انہوں نے انگولا میں اپنے چھاپہ مار دستوں کو بھجوانے کیلئے جمع کر رکھا تھا۔ستمبر میں صدر نیتو اور ایک دوسرے اہم لیڈر لوسیو لارا کو غلط پاسپورٹ رکھنے کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا۔اگلے مہینے حکومت نے ایم پی ایل اے کے صدر مطب کو بند کر دیا جس کے ذریعہ وہ انگولائی پناہ گزینوں کا علاج کیا کرتے تھے۔نومبر میں ایم پی ایل اے کے دفتر کو بند کر دیا گیا اور صدر نیتو اور ان کے ساتھیوں کو سرکاری طور پر زائر چھوڑنے کا حکم دیدیا گیا۔یہی وجہ ہے یہ ایم پی ایل اے نے کانگو (برازاول) میں پناہ لی اور شمالی انگولا کے بجائے کابینڈہ میں مسلح جدوجہد شروع کرنے پر مجبور ہوئی اس وقت رابرٹو کا ستارہ عروج پر تھا۔یوں معلوم ہو رہا تھا کہ ایم پی ایل اے زیادہ سے زیادہ باقی انگولا سے کٹے ہوئے چھوٹے سے علاقے کابینڈہ تک محدود رہ جائے گی اور شمالی انگولا کے دیمبوس جنگلات میں اُس کے فوجی دستے رسد نہ پہنچنے کی وجہ سے اپنے آپ ختم ہو جائیں گے۔رابرٹو کو سفارتی میدان میں اور بھی فتوحات حاصل ہوئیں اور 1964ء میں افریقی اتحاد کی تنظیم نے اُس کی عبوری حکومت گرائی کو تسلیم کر لیا۔لیکن ایم پی ایل اے نے بھی ہمت نہیں ہاری۔ایک تو اُس نے 1964ء کے آخر میں زیمبیا کو آزادی

31.jpg

ملنے کی وجہ سے انگولا کے مشرقی علاقوں میں مسلح جدوجہد چلانے کا فیصلہ کیا دوسرے اُس نے زائر میں اپنی خفیہ تنظیم کے ذریعے شمالی انگولا میں داخل ہونے کی کوششوں کو جاری رکھا۔(جاری ہے)

اسی سال رابرٹو کی نام نہاد عبوری حکومت کے وزیر خارجہ جوناس ساومبی نے استعفیٰ دیدیا اور قاہرہ میں افریقی اتحاد کی تنظیم کے اجلاس کے موقع پر انکشاف کیا کہ رابرٹو کی تحریک کی طرف سے انگولا میں کوئی آزادی کی جنگ نہیں لڑی جا رہی ہے انہوں نے اُن امریکیوں کے نام بتائے جو رابرٹو کا کردار فقط ایک دباؤ ڈالنے والے گروہ کا ہے اور ان کے سپاہیوں کے چال چلن کرائے کے فوجیوں والے ہیں۔

رابرٹو کی تنظیم میں مزید شگاف پڑ گئے۔جون 1965ء میں رابرٹو کے ''وزیر اسلحہ جات'' بنانے کا اعلان کیا۔لیکن زائر کی حکومت کی مدد سے رابرٹو نے اس بغاوت کو کچل دیا اور ناتی زائر چھوڑ کر بھاگ گیا۔جولائی 1966ء میں ایم پی ایل اے کا ایک کالم مغربی زائر کے راستے انگولا کے دیمبوس جنگلات میں اپنے چھاپہ ماروں کو رسد پہنچانے میں کامیاب ہو گیا اور خیریت سے کانگو (برازول) واپس پہنچ گیا جہاں سے ایم پی ایل اے کابینڈہ میں کامیابی سے مسلح جدوجہد چلا رہی تھی۔جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ اس سے دو مہینے پہلے ایم پی ایل اے نے زیمبیا کی سرحد کو عبور کر کے مغربی انگولا میں اپنا تیسرا فوجی محاذ کھول دیا تھا۔ان کامیابیوں کی وجہ سے ایم پی ایل اے کے وقار میں اور اضافہ ہوا اور ربراٹو پر ایم پی ایل اے کے ساتھ سمجھوتہ کرنے کیلئے بین الاقوامی دباؤ بڑھ گیا۔اکتوبر 1966ء میں افریقی اتحاد کی تنظیم کے دباؤ کی وجہ سے رابرٹو کی ''حکومت'' کے دو نمائندوں نے ایم پی ایل اے کے چار نمائندوں کے ساتھ ایک سمجھوتے پر دستخط کئے جس میں ایک دوسرے کے خلاف پروپیگنڈہ بند کرنے، ایک دوسرے کے قیدی رہا کرنے اور افریقی اتحاد کی تنظیم کی نگرانی میں متحدہ جدوجہد کرنے کا عہد کیا۔لیکن دوسرے ہی روز ربراٹو نے اس سمجھوتے کو رد کر دیا رابرٹو کی تنظیم اور زائر میں موبوتو کی حکومت نے دوبارہ ایم پی ایل اے کے لوگوں کو پریشان کرنا شروع کر دیا اور نومبر 1966ء میں موبوتو کی پولیس نے کنساشا میں ایم پی ایل

اے کی خفیہ تنظیم کے سربراہ کمانڈر رینید کنتو کو گرفتار کر کے رابرٹو کے حوالے کر دیا۔رابرٹو کے لوگوں نے بینید کنتو کو کنکرز و کیمپ میں بند کر کے رونگٹے کھڑے کر دینے والی اذیتیں دیں اور اُسے تقریباً اندھا کر رہا تھا کہ رابرٹو کے ایک فوجی دستہ انگولا کے شمالی سوآنزہ ضلع میں اپنے اڈے پر جانے کیلئے زائر کی سرحد عبور کر رہا تھا کہ رابرٹو کے ایک مسلح ٹولے نے ان کو نرغے میں لیکر چھاپہ مارنے کی کوشش کی لیکن ایم پی ایل اے کے چھاپہ مار اس کوشش کو ناکام بنا کر اپنے اڈے پر پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔فروری میں ایم پی ایل اے کا ایک بڑا دستہ دوبارہ مغربی زائر کو پار کرتا ہوا دیمبوس جنگلات میں اپنے چھاپہ ماروں کو رسد پہنچانے میں کامیاب ہو گیا۔رابرٹو کے لوگوں نے اپنی ناکامی کا بدلہ لینے کیلئے ایم پی ایل اے کے پہلے دستے کیلئے ایک جال بچھا لیا تا کہ وہ دوبارہ اُن کے پنجے سے بچ کر نہ نکل جائیں۔مارچ کے مہینے میں یہ دستہ اپنا کام پورا کر کے دوبارہ اُسی راستے سے واپس آ رہا تھا کہ رابرٹو کے لوگوں نے اُسے پکڑ لیا۔اس دستے میں مشہور چھاپہ مار عورت دیولینڈہ رادری گر سمیت پانچ عورتیں شامل تھیں۔رابرٹو کے لوگوں نے دیولینڈہ اور اکثر دوسرے چھاپہ ماروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔رابرٹو اور موبوتو کی طرف سے اس قسم کی آزادی دشمن سرگرمیاں مسلسل جاری رہیں۔

جون 1967ء میں جب ایم پی ایل اے کا ایک 200 جوانوں پر مشتمل دستے زائر سے انگولا کی طرف جا رہا تھا تو موبوتو کی فوج نے اُسے روک دیا۔اُنکا اسلحہ چھین لیا اور انہیں گرفتار کر کے رابرٹو کے حوالے کر دیا۔

جہاں تک پرتگالی سامراجیوں کا سوال ہے انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ شمالی انگولا میں ان کے خلاف کون لڑ رہا ہے اور کون نہیں۔1967ء کے آخر اور فروری 1968ء میں ایک مشہور پرتگالی جنگی صحافی فرناندو فارینیا نے لوآندہ کے رسالے ''توتیسیا'' میں لکھا کہ شمالی سوآنزہ صوبہ میں فقط ایم پی ایل اے پرتگالیوں کے خلاف لڑ رہی ہے اور رابرٹو کی تنظیم '' یو پی اے نے ان کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کا کام سنبھال لیا ہے۔درحقیقت یہاں شمال میں یو پی اے نے ایم پی ایل اے کی زندگی دوزخ بنا دی ہے'' اس سامراجی صحافی نے اس بات پر خوشی کا اظہار کیا کہ ایم پی ایل اے کو ختم کرنے کا جو کام پرتگالیوں کو کرنا تھا وہ رابرٹو بخوشی

32.jpg

انجام دے رہا ہے جون 1968ء میں جنوبی افریقی صحافی ایل ویںڈر نے بھی شمالی جنگی علاقے کا دورہ کیا اور ان ہی باتوں کی تصدیق کی۔ اس نے یہ بھی لکھا کہ ''جبکہ ایم پی ایل اے کے لوگ گاؤں سے کھانے پینے کی چیزیں مانگ کر لیتے ہیں۔ یو پی اے والے چھین کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ انہیں تربیت کے دوران اچھی طرح ذہن نشین کروایا گیا ہے۔ ایم پی ایل اے کے چھاپہ مار اپنے میزبانوں کی عورتوں کو ہاتھ نہیں لگائے جبکہ یو پی اے کے لوگ مقامی قبائلیوں کی عورتوں کو ورغلا کر عصمت دری کرنے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرتے۔ یہ ایک اور سبب ہے جس کی بنا پر شمالی انگولا کے لوگ ان کے مخالف ہو گئے ہیں۔ ویںڈر کو ایم پی ایل اے کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں تھی در حقیقت وہ ایک عام نسل پرست افریقہ کا گورا تھا جس نے جو کچھ دیکھا وہ بیان کر دیا۔

رابرٹو کی تحریک اور اس کی نام نہاد عبوری حکومت کا پول اب اچھی طرح کھل چکا تھا۔ الجزائر جس کی سابقہ حکومت نے غلطی کر کے رابرٹو کی سرپرستی کی تھی۔ اب گرائی کے بجائے ایم پی ایل اے کو تسلیم کرنے لگا۔ الجزائر اور دوسرے ترقی پسند ملکوں نے افریقی اتحاد کی تنظیم پر زور دیا کہ وہ فقط ایم پی ایل اے کو انگولا کی جائز تحریک آزادی کی حیثیت میں تسلیم کرے۔ لیکن رجعت پرست ملکوں نے سامراجیوں کے دباؤ کے تحت رابرٹو کو قطعی طور پر رد کرنے سے انکار کر دیا۔ آخر میں ایک سمجھوتہ ہوا جس کے تحت 1971ء میں افریقی اتحاد کی تنظیم نے ایم پی ایل اے کو تسلیم کرنے کے ساتھ رابرٹو کے گروہ کو ''عبوری حکومت'' گرائی کے بجائے ایک تحریک ایف این ایل اے کی حیثیت سے قبول کیا۔ افریقی اتحاد کی تنظیم نے ان دو تحریکوں میں اتحاد پیدا کروانے کیلئے اقدامات کئے اور زیمبیا، تنزانیہ، زائر اور عوامی جمہوریہ کانگو پر مشتمل ایک صدارتی کمیشن قائم کیا۔ جون 1972ء میں اس کمیشن نے برازاول میں ہونے والے اپنے اجلاس میں دونوں تنظیموں کے الحاق کے بارے میں تجویزیں پیش کیں جس کو دونوں تنظیموں کے الحاق کے بارے میں تجویزیں پیش کیں جس کو دونوں تحریکوں نے قبول کیا۔ دسمبر 1972ء میں کنشاسا میں زائر، زیمبیا، کانگو اور تنزانیہ کے وزرائے خارجہ اور افریقی اتحاد کی تنظیم کے نائب سیکریٹری جنرل کی موجودگی میں ایم پی ایل

اے کے صدر آگستینیو نیتو اور ایف این ایل اے کے صدر رابرٹو ہولڈن نے ایک سمجھوتے پر دستخط کئے جس کے تحت دونوں تنظیموں نے مل کر پرتگال کے خلاف لڑنے کا عہد کیا۔ اس سمجھوتے کے تحت انگولا کی آزادی کی سپریم کونسل قائم کی گئی جس کا صدر ایف این ایل اے کی طرف سے اور نائب صدر ایم پی ایل اے کی طرف سے مقرر ہونا تھا۔ اس کے علاوہ ایک متحدہ فوجی کمان قائم کی گئی جس کا صدر ایم پی ایل اے کی طرف سے نامزد ہونا تھا۔ اور ایک سیاسی کونسل بنائی گئی جس کی صدارت ایف این ایل اے کو اور نائب صدر ایم پی ایل اے کو سونپی گئی۔

اس سمجھوتے کے تحت بظاہر ایف این ایل اے کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دی گئی۔ اس لئے خود ایم پی ایل اے کے کارکنوں میں کافی اختلاف پیدا ہو گیا۔ سمجھوتے کے مخالفین کا کہنا تھا کہ اتحاد دوسرے قوم پرستوں کے ساتھ تو ہو سکتا ہے لیکن رابرٹو کے متعلق کوئی خوش فہمی نہیں تھی لیکن سمجھوتے کے ذریعے ایک تو وہ اُن افریقی ملکوں کو مطمئن کرنا چاہتے تھے جو ایم پی ایل اے کو کسی بھی قسم کی مدد دینے کیلئے رابرٹو کے ساتھ اتحاد کو پیشگی شرط بنائے ہوئے تھے دوسرے وہ اتحاد کی شرط کو پورا کر کے موبوتو سے تعاون حاصل کرنا چاہتے تھے تا کہ وہ ایم پی ایل اے کو چھاپہ مار سرگرمیوں اور رسد پہنچانے کیلئے رابرٹو کے سرحدی علاقوں میں اڈے قائم کرنے کی اجازت دے۔ جہاں تک اس اتحاد سے رابرٹو کے ناجائز فائدہ لینے کا تعلق ہے ایم پی ایل اے کو اُس کا کوئی خاص ڈر نہیں تھا کیونکہ اُسی سال مارچ کے مہینے میں کنکوزو کیمپ میں رابرٹو کی پوری فوج نے اس کے خلاف اس بات پر بغاوت کر دی تھی کہ وہ اسے پرتگال کے خلاف لڑنے سے روک رہا تھا۔ اس بغاوت کو زائر کی ہوائی فوج اور بکتر بند گاڑیوں کے دستوں کے ذریعہ کچل دیا گیا تھا۔ لیکن اس بغاوت سے رابرٹو کے اس دعوے کا پول کھل گیا کہ ان کے زیر قیادت پچیس، تیس ہزار سپاہی ہیں۔ اس وقت یہ پتہ چل گیا کہ ان کی فوج کی کل تعداد ایک ہزار کے لگ بھگ ہے۔

ایم پی ایل اے اور ایف این ایل اے کے درمیان معاہدہ ہونے پر موبوتو نے ایم پی ایل اے کو زائر کے سرحدی علاقے استعمال کرنے کی اجازت دینے کا وعدہ کیا۔ لیکن

1973ء میں موبوتو نے پھر اس کے کارکنوں کو پکڑ کر جیل میں بند کر دیا۔ موبوتو نے در حقیقت ایم پی ایل اے کو زائر سے کام کرنے کی آزادی کبھی بھی نہ دی اور آخر تک اس نے اور رابرٹو نے اسے ختم کرنے کی پوری پوری کوشش کی۔

رابرٹو کی حکمت عملی کا ذکر کرتے ہوئے تاریخ دان بازل ڈیوڈسن لکھتا ہے:

''1961ء اور 1971ء کے درمیان رابرٹو کی تنظیم نے دو فوجی مقاصد پورے کئے۔ پہلا انہوں نے مغربی زائر میں کنکوزو کیمپ پر ایک مسلح دستہ تیار کیا جس کے ذریعہ انہوں نے سرحد کو بند کر دیا تا کہ ایم پی ایل اے اُسے استعمال نہ کر سکے۔ دوسرا انہوں نے بیمبے کے جنوب سے لیکر نامبوا، گانگو اور لوآندہ کی طرف شمالی انگولا میں اپنی چھوٹی سی چھاپہ مار فوج برقرار رکھی''۔

اس حکمت عملی کا مقصد ظاہر ہے کہ آزادی کیلئے لڑنا نہیں تھا بلکہ دوسروں کو بھی لڑنے سے روک کر سامراجیوں کو مجبور کرنا تھا کہ وہ ایک نو سامراجی نظام کے تحت انگولا کی باگ ڈور اُنہیں سونپ دیں۔ رابرٹو نے اپنے اس مقصد کا مختلف اوقات پر مختلف طریقوں سے اظہار کیا ہے۔ اسے کھلے بندوں حقیقی آزادی اور انقلابی تبدیلی کی مخالفت کی ہے ستمبر 1970ء میں ایک فرانسیسی رسالے کو انٹرویو دیتے ہوئے رابرٹو نے پھر اس بات کو دھرایا تھا کہ پرتگال اگر ان کو آزادی دیدے تو وہ پرتگال کے ساتھ مستقل تعاون کرنے کیلئے تیار ہے اور اگر پرتگال نے ایسا نہیں کیا تو آزادی ایک ''زہریلے تحفہ'' کی طرح آئے گی (یعنی ایم پی ایل اے کے انقلابی ذریعہ سے آئے گی)۔

رابرٹو کو اقتدار حاصل کرنے کیلئے سامراجی ملکوں کی حمایت کی ضرورت تھی اور سامراجیوں کو اپنے مفادات کے تحفظ کیلئے رابرٹو جیسے غدار کی ضرورت تھی۔ مارچ 1961ء میں قبائلی اور نسلی فسادات کروانے کے بعد 14 اپریل کو رابرٹو امریکہ جا کر صدر کینیڈی سے ملا۔ حال میں امریکی اخبارات میں جو انکشاف ہوئے ہیں اُن سے مزید پتہ چلا ہے کہ رابرٹو 1962ء سے امریکی سازشی تنظیم سی آئی اے کا باقاعدہ تنخواہ دار ملازم کر کے رکھ لیا گیا تھا اور اُن کی تنظیم کو جب سے امریکی امداد ملنا شروع ہوئی تھی۔ اس قسم کی امداد امریکہ نے افریقہ

کی ایک آدھا اور سامراج پرست نقلی آزادی کی تنظیموں کو بھی دی تھی لیکن پرتگال اور جنوبی افریقہ کا نسل پرست ٹولہ نقلی آزادی کے حق میں بھی نہیں تھا۔ اس لئے 1969ء میں صدر نکسن نے اُن کو خوش کرنے کیلئے ان تنظیموں کی براہ راست امداد بند کر دی تھی۔ لیکن رابرٹو کو دس ہزار ڈالر سالانہ کی تنخواہ پر بطور ایجنٹ رہنے دیا اور زائر کے غدار موبوتو کے ذریعہ اُس کی تنظیم کو تھوڑی بہت امداد دیتے رہے۔ تو یہ ہیں ہولڈن رابرٹو جن کی تنظیم ایف این ایل اے انگولا کی حالیہ خانہ جنگی میں ایم پی ایل اے کی حکومت کے خلاف لڑی تھی۔ اب آیئے دوسری مخالف تنظیم یونیتا اور اس کے سربراہ جوناس ساومبی کا حال احوال معلوم کریں۔

یونیتا کا فتنہ

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ جوناس ساومبی ہولڈن رابرٹو کی نام نہاد حکومت گرائی کے ''وزیر خارجہ'' تھے اور انہوں نے 1964ء میں گرائی سے علیحدہ ہو کر رابرٹو کے راز فاش کئے تھے۔ رابرٹو پر حملہ کرتے وقت انہوں نے ترقی پسند رویہ اختیار کیا اور رابرٹو کی ذاتی باتوں کا افسانہ بنانے کے بجائے اُس کی رجعت پرستی اور آزادی کا سائنسی تجربہ پیش کیا۔ ساومبی جو ایک بہت پڑھے لکھے شخص اور لیاقتوں کے مالک ہیں بہت سے لوگوں کو اپنی باتوں سے متاثر کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ ایم پی ایل اے کے لیڈروں نے اُنہیں اپنی تنظیم میں آنے کی دعوت دی لیکن اُن کو اپنی لیڈری چمکانے کا بہت شوق تھا۔ انہوں نے حالات کا جائزہ لینے کے بعد طے کیا کہ وہ اپنی علیحدہ تنظیم بنائیں گے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اس فیصلے میں دو جزو خاص طور پر کارفرما تھے۔ (1) ایم پی ایل اے کی طرف سے چلائی ہوئی مسلح جدوجہد اُس وقت تک کابینده کے چند علاقوں تک محدود تھی اور شمالی انگولا میں 1961ء سے پھنسے ہوئے چھاپہ ماروں کو ایم پی ایل اے اب تک رسد نہیں پہنچا سکی تھی۔ رابرٹو کی تنظیم میں رہ کر اُنہیں اچھی طرح علم ہو گیا کہ رابرٹو اور موبوتو ایم پی ایل اے یا کسی بھی اور مخالف جماعت کو زائر کی سرحدیں نہیں استعمال کرنے دیں گے۔ اس لئے اگر کسی مخالف تحریک کو جدوجہد چلانی ہے تو اُسے زیمبیا کی سرحد کے ساتھ انگولا کے مشرقی علاقوں سے جنگ شروع

کرنی ہوگی۔ زیمبیا ابھی ابھی آزاد ہوا تھا اور اُس کی سرحد سے مسلح جدوجہد چلانے کے امکان کو مدنظر رکھتے ہوئے ایم پی ایل اے کے صدر نیتو نے تنزانیہ کے دارالخلافے دارالسلام میں دفتر کھول دیا تھا اور ان کے ایلچی زیمبیا پہنچ گئے تھے۔ ساومبی نے سوچا کہ مشرقی محاذ اب تک خالی ہے اور وہاں قدم جمانے کیلئے انہیں کم از کم اتنا ہی موقع ہے جتنا ایم پی ایل اے کو تو کیوں نہ ایک الگ تنظیم بنا کر ایم پی ایل اے سے پہلے ہی مشرقی علاقے میں جنگ شروع کردی جائے۔ 1963 میں یعنی ساومبی کے رابرٹو سے علیحدہ ہونے سے ایک سال پہلے ایم پی ایل اے کی اندرونی کشمکش کے نتیجے میں وریاتو داکروز کو تنظیم سے نکال دیا گیا تھا۔ اس شخص نے چین پہنچ کر چین کی کیمونسٹ پارٹی کے لوگوں کو ایم پی ایل اے کے متعلق بہت سی جھوٹی سچی باتیں سنائیں اور صدر نیتو اور دوسرے سربراہوں پر روس نواز ہونے کا الزام رکھا۔ اس واقعہ کے بعد چین اور ایم پی ایل اے کے درمیان غلط فہمی پیدا ہوگئی اور چین نے ایم پی ایل اے کو امداد دینا بند کردی۔ ساومبی کیلئے یہ شاندار موقع تھا کہ وہ اپنے آپ کو انقلابی اور چین نواز ثابت کر کے چین کی حمایت حاصل کرلے۔ اس موقع پر غالباً ساومبی کے اس خیال کو مزید تقویت دی کہ وہ اپنی الگ تنظیم بنالے۔

مارچ 1966ء میں ساومبی نے اپنی نئی تنظیم ''انگولا کی مکمل آزادی کی یونین'' (یونیتا) کے قیام کا اعلان کردیا۔ زیمبیا جا کر اس نے انگولائی پناہ گزینوں میں سے ایف این ایل اے کے ہمدردوں کو اپنی جماعت میں بھرتی کرنا شروع کیا۔ تقریباً اسی وقت جب ایم پی ایل اے نے مشرقی جنگی محاذ کھولا تھا کہ ساومبی نے اپنے کچھ لوگوں کو مشرقی انگولا میں بھیجا۔ بعض علاقوں میں یونیتا کے لوگ ایم پی ایل اے سے پہلے پہنچے جہاں انہوں نے عوام کو بغاوت کرنے کی تلقین کی لیکن ان کو ہتھیار نہ دے سکے۔

اس زمانے میں چین میں ثقافتی انقلاب شروع ہوگیا تھا۔ یہ ایک جدلی حقیقت ہے کہ جب ایک غلط رجحان کے خلاف جدوجہد چلائی جاتی ہے تو اس کے الٹ رجحان کو بھی تقویت ملتی ہے۔ اس لئے جب لیوشاؤ چی کی ترمیم پسند اور سرمایہ دارانہ سوچ اور پالیسیوں کے خلاف عوامی جدوجہد شروع ہوئی تو لن پیاؤ کی قیادت کے تحت بائیں بازو کے انتہا

پسندوں نے چین کی کیمونسٹ پارٹی میں زور پکڑا۔ انہوں نے ملک کی اندرونی اور خارجی پالیسیوں میں مشینی سوچ کا مظاہرہ کیا۔ عوامی جنگ کے اصولوں کو مشینی طور پر لیتے ہوئے انہوں نے دنیا کی ہر اس تحریک کو انقلابی سمجھا جو عوامی جنگ کے طے شدہ اصولوں کو طوطے کی طرح دہرائے اور ماؤزے تنگ کی فکر کا اندھا پیرو ہونے کا دعویٰ کرے۔ چین کے اس تضاد سے فائدہ لیتے ہوئے سامراجیوں نے بھی جگہ جگہ اپنی مرضی کے جعلی چین نواز کھڑے کردیئے۔ ساومبی نے بھی موقع سے فائدہ لیتے ہوئے نعرے بازی شروع کردی۔ اس نے دعویٰ کیا کہ اس کی جماعت عوامی جنگ کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے مکمل طور پر انگولا کے اندر رہ کر جدوجہد کررہی ہے اور دوسرے کسی بھی ملک میں اُس کے اڈے نہیں ہیں۔ یونیتا نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ اس نے خود انحصاری پر مکمل طور پر عمل کرتے ہوئے انگولا کے وسیع علاقوں کو آزاد کرالیا ہے۔ ساومبی کے ایسے دعوؤں اور لفاظی کا اثر چین کی کیمونسٹ پارٹی کے مشینی سوچ رکھنے والے اور فرقہ پرست عناصر پر پڑا جنہوں نے اپنے اثر و رسوخ سے چین کی طرف سے یونیتا کو امداد دلوائی اور ''پیکنگ ریویو'' اور دوسرے چینی رسالوں میں یونیتا کے کارناموں کا ڈھنڈورا پیٹا۔ اس کی ایک مثال 13 فروری 1970ء کے ''پیکنگ ریویو'' میں چھپنے والا وہ مضمون ہے جس میں ساومبی اور یونیتا کی تعریف کرتے ہوئے کہا گیا تھا کہ یونیتا کے ''چھاپہ ماروں'' نے چینی عوام کے عظیم رہنما ماؤزے تنگ کے چینی سرخ فوج کیلئے مرتب کئے ہوئے ضابطے کے تین اہم اصولوں اور دھیان دینے کے آٹھ نکات کا مطالعہ کیا ہے''۔ اس مضمون میں مزید کہا گیا تھا کہ جب یونیتا نے ''1966ء میں چھاپہ مار کارروائیاں شروع کیں تو اس کے پاس فقط گیارہ سپاہی ایک مشین گن، دو بندوقیں اور نیزے بھالے تھے۔ اب اُس کی فوجی تنظیم فلا (انگولا کی آزادی کی مسلح فوج) کے پاس تین ہزار سے زیادہ بہترین تربیت یافتہ چھاپہ مار فوجی ہیں جو بہت باضابطہ ہیں اور جو نہ فقط پلوں اور شاہراہوں کو تباہ کرنے کے قابل ہیں بلکہ وہ بٹیلین کی قوت میں کافی بڑے پیمانے پر مہم چلانے کے قابل ہیں''۔

ساومبی اور ان کے شعبدہ باز ٹولے نے یورپ اور امریکہ کے بائیں بازو کے لوگوں

35.jpg

میں بھی اسی قسم کا گمراہ کن پروپیگنڈہ کیا اور بہت سے مخلص انقلابیوں کو یقین دلانے میں کامیاب ہوگئے کہ انگولا میں اگر کوئی انقلابی قوت ہے تو یونیتا ہے۔ یورپ کے انقلابی نوجوان ترمیم پسندی سے بیزار ہوگئے تھے اور سننا چاہتے تھے کہ کم از کم تیسری دنیا میں لوگ ماؤزے تنگ کی انقلابی فکر پر عمل کررہے ہیں۔ ساومبی نے بالکل ایسے بھولے بھالے لوگوں کو اپنے پرچار کا نشانہ بنایا۔

یونیتا کے کارناموں کی حقیقت نہ اُن سے پوشیدہ تھی جن کے خلاف وہ بظاہر لڑ رہے تھے اور نہ ان سے جنہوں نے انگولا میں جا کر صورتحال کا جائزہ لیا تھا۔ اقوام متحدہ کے ایک جائزے میں کہا گیا تھا کہ ''1968ء سے پرتگالی فوجی بلیٹنوں میں یونیتا کا کوئی ذکر نہیں''۔ افریقی اتحاد کی تنظیم کے مبصرین جو مشرقی انگولا میں صورتحال دیکھنے گئے تھے۔ انہیں بھی یونیتا کی سرگرمیاں نظر نہیں آئیں۔ مشرقی اور وسطی انگولا میں سفر کرنے والے غیر ملکی صحافیوں کی بھی یہی رائے تھی۔

1972ء میں ایک جرمن صحافی کو پرتگالی سراغ رساں ادارے کے افسروں نے بتایا کہ وہ یونیتا کو نہیں چھیڑتے کیونکہ یونیتا درحقیقت ایم پی ایل اے کے ساتھ الجھی ہوئی ہے۔ بازل ڈیوڈسن اپنے گہرے مشاہدے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ یونیتا اصل جدوجہد سے توجہ ہٹانے والے ایک ''سائڈ شو'' سے زیادہ کچھ نہیں۔ اس نے بتایا کہ یونیتا کی کارروائیاں موخیکو ضلع کے شمال میں ایک چھوٹے علاقے تک محدود ہوگئی تھیں۔ افریقی اتحاد کی تنظیم نے ساومبی کو کبھی بھی خاطر میں نہیں لایا۔ 1972ء تک انگولا کی قوم پرست تحریک میں اتحاد پیدا کرنے کی جو کوششیں کی گئیں وہ ایم پی ایل اے اور ایف این ایل اے کے مابین الحاق کیلئے تھیں۔ اُن میں یونیتا کا ذکر بھی نہیں تھا۔ ساومبی کا اصلی چہرہ اب آہستہ آہستہ ظاہر ہونے لگا۔ 1970ء کی آخر تک چین نے بھی یونیتا کی حمایت کرنا بند کردی۔

جن باتوں کا ساومبی پر ہمیشہ سے شک تھا اُن کی 1974ء میں پرتگال کے فوجی انقلاب کے بعد تصدیق ہوگئی۔ کائتانو کی فاشی حکومت کا تختہ الٹنے کے بعد عوام نے پرتگال کی خفیہ پولیس تنظیم پی آئی ڈی ای کو تہس نہس کرنا شروع کیا۔ عوام کی اس جدوجہد کے نتیجے

میں اور فوجی حکومت کے اندر ترقی پسند افسروں کی کوششوں کی وجہ سے خفیہ پولیس کے بہت سے دستاویزات منظر عام پر لائے گئے۔ ان دستاویزات میں وہ خطوط بھی شامل تھے جو جوناس ساومبی نے پرتگالی حکام کو لکھے تھے یہ خط پیرس کے رسالے ''افریقی آزادی'' میں شائع کئے گئے۔ ان خطوط میں ساومبی نے لکھا تھا کہ ''امن'' کو اصل خطرہ ایف این ایل اے کی کارروائیوں کی خبر انگولا میں پرتگالی فوج کے سربراہ جنرل لوز کنیا اور دوسرے افسروں تک پہنچائی تھی اور ایک جگہ لکھا تھا کہ ''جیسے ہی ہم نے ایم پی ایل اے کا کیمپ دریافت کرلیا ہم آپ کو راستہ دکھانے والے مددگار مہیا کریں گے''۔

جب پرتگالی فوجی انقلاب کے بعد انگولا اور دوسری نو آبادیوں کی فوری آزادی کا مسئلہ اُٹھا تو یونیتا نے اپنے اصل کردار کو چھپانے کی کوشش نہیں کی۔ صدر اسپینولا اب بھی نو آبادیوں کو فوری طور پر آزادی دینے کے سوال پر گڑبڑ کررہے تھے اور موزمبیق کی تحریک فریلیمو، گنی بساؤ کی تحریک پی اے آئی جی سی، اور انگولا میں ایم پی ایل اے غیر مشروط طور پر آزادی طلب کررہے تھے اور پرتگال کی نئی حکومت پر فوجی اور سیاسی دباؤ ڈال رہے تھے کہ یونیتا نے پرتگالی حکومت کے مطالبے پر لبیک کہتے ہوئے یک طرفہ ''جنگ بندی'' کرنے کا اعلان کردیا اور انگولا میں پرتگالی آبادکاروں کو خوش کرنے کیلئے پروپیگنڈہ شروع کردیا۔ آبادکاروں نے ان کے حق میں جلوس نکالا جس میں ایک بینر پر لکھا تھا ''گورے یونیتا کی حمایت کرتے ہیں''۔

ساومبی نے اس کے بعد انقلابی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا درحقیقت خانہ جنگی کے دوران اُس نے ''نیوز ویک'' رسالے کے نمائندہ سے کہا ''میں یہاں کمیونزم کے خلاف جنگ لڑ رہا ہوں''۔

رابرٹو اور ساومبی کی حقیقت معلوم کرنے کے بعد ایک آدھا چھوٹے کرداروں کا حال بھی معلوم کرلینا چاہیئے تاکہ انگولا کی خانہ جنگی کو سمجھنے میں مدد ملے۔ ان میں سے ایک نام دانیل چپیندہ ہے اور دوسرے کا نام الیہاندر تاتی۔ چپیندہ ایک مدت تک ایم پی ایل اے کے اہم لیڈر تھے اور بظاہر ایک اچھے کارکن تھے۔ جب کائتانو کی حکومت کا تختہ الٹ گیا اور

36.jpg

آزادی کی گھڑی قریب آنے لگی تو چیندہ عجیب وغریب حرکتیں کرنے لگے۔ اُسے ایم پی ایل اے میں فرضی نظریاتی سوال اٹھا کر تنظیم کو تقسیم کرنا چاہا۔ ان کی ان حرکتوں کی وجہ اس وقت معلوم ہوئی جب پرتگال کی بحری فوج کے ترقی پسند ایڈمیرل روزا کو چینو نے ''افریق آزادی'' کو انٹرویو دیتے ہوئے بتایا کہ چیندہ سابق پرتگالی خفیہ پولیس پی آئے ڈی ای کی طرف سے ایم پی ایل اے میں بطور ایجنٹ گھسائے گئے تھے۔ یہ راز فاش ہونے کے بعد وہ دم دبا کر بھاگے اور رابرٹو کے ساتھ مل گئے۔ تانی کے متعلق ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ اُس نے 1965ء رابرٹو کے خلاف ناکام بغاوت کی تھی اور اُسے زائر سے بھاگنا پڑا تھا۔ تانی بھاگ کر کابیندہ پہنچے تھے جہاں وہ کھلم کھلا پرتگالیوں کے حمایتی بن کر انگولا کی آزادی کے خلاف پرچار کرتے تھے اور ایم پی ایل اے کے خلاف پرتگالی حکومت کی کارروائیوں میں حصہ لیتے تھے۔ یہ دونوں افراد بھی بعد میں ایم پی ایل اے کی حکومت کے خلاف انقلاب دشمن کارروائیوں میں سرگرم رہے۔

جنوبی افریقہ کا کردار

انگولا کے حالیہ تنازعہ میں ایک اور اہم فریق شامل تھا۔ وہ ہے جنوبی افریقہ کی گوری نسل پرست حکومت۔ اُس نے خانہ جنگی میں کس وقت اور کیسے مداخلت کی۔ اس کا ذکر ہم بعد میں کریں گے فی الحال ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ پرتگال کی فاشی حکومت کا تختہ الٹنے سے پہلے اور جنگ آزادی کے دوران انگولا کی سیاست میں جنوبی افریقہ کا کیا کردار رہا ہے۔

ہم پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ جنوبی افریقہ کی طرف سے انگولا میں کافی سرمایہ لگا ہوا تھا اور انگولا میں اس کے واضح معاشی مفادات تھے۔ یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ پرتگالی نوآبادیوں میں جنوبی افریقہ کا تسلط اس حد تک بڑھ چکا تھا کہ موزمبیق تقریباً مکمل طور پر نوآبادیاں بن چکے تھے۔ سیاسی طور پر جنوبی افریقہ کی نسل پرست حکومت سمجھتی تھی کہ اس کے فاشی نظام کی بقاء کے لئے اور نمیبیا پر اس کا جائز قبضہ برقرار رکھنے کیلئے پورے برصغیر جنوبی افریقہ یعنی جمہوریہ جنوبی افریقہ کے علاوہ نمیبیا، زمبابوے (جنوبی روڈیشیا)، موزمبیق اور انگولا کو سفید فام

اقلیتی راج کے تحت رکھنا ہوگا۔ اس لئے وہ انگولا اور موزمبیق کی آزادی کو اپنے لئے ایک سنگین خطرہ تصور کرتی تھی۔ گورے افریقی راج کے تحفظ کیلئے جنوبی افریقہ کی قیادت کے تحت جنوبی افریقہ، روڈیشیا اور پرتگال کے درمیان ایک معاہدہ ہوا۔ پرتگالی حکومت کی کمزوریوں سے فائدہ لیتے ہوئے جنوبی افریقہ انگولا اور موزمبیق کے معاملات میں زیادہ سے زیادہ ملوث ہوتا گیا۔ مارچ 1968ء میں ایم پی ایل اے کے ایک کمانڈر مونیمبو نے ایک غیر ملکی صحافی کو بتایا کہ انہوں نے موخیکو اور بائے ضلعوں میں پرتگالی سپاہیوں کے درمیان جنوبی افریقی سپاہیوں کو بھی پایا۔ جنوبی افریقہ کے ہوائی جہاز باقاعدہ جاسوسی کرتے رہے اور اس کے ہیلی کاپٹر پرتگالی فوجوں کو رسد پہنچاتے رہے۔ جنوبی افریقہ کی بڑھتی ہوئی مداخلت کے خطرے سے آگاہ کرتے ہوئے اسی سال صدر نیتو نے ایک نشری تقریر میں کہا:

''ایک اور خطرہ منظر عام پر آرہا ہے اور جامع شکل اختیار کر رہا ہے۔ وہ ہے جنوبی افریقہ کی نسل پرست حکومت کی مداخلت۔ ان رجعت پرستوں اور پرتگال کی فاشی حکومت کے درمیان اتحاد انگولا اور موزمبیق کے عوام کیلئے ایک عظیم خطرہ ہے''۔

جنوبی افریقہ اول تو انگولا کی آزادی کے خلاف تھا۔ اگر آزادی ناگریز تھی تو وہ یہ چاہتا تھا کہ اسے ملاوی کے ڈاکٹر بانڈا کی قسم کے لیڈر کی رہنمائی میں آزادی ملے تا کہ انگولا جنوبی افریقہ کا پٹھو بنا رہے۔ اسے ایم پی ایل اے کی قوم پرستی ہرگز گوارا نہیں تھی۔ جنوبی افریقہ کی فوجیں تیار بیٹھی تھیں کہ انگولا میں ایم پی ایل اے کی کامیابی کے امکانات بڑھیں تو وہ مداخلت کردیں۔

خانہ جنگی

جب اپریل 1974ء میں پرتگال کی چھیالیس سالہ فسطائی حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا اس وقت پرتگال کی افریقی نوآبادیوں کی یہ صورتحال تھی، گنی بساؤ میں بڑے شہروں اور چھوٹے سے ساحلی علاقے کو چھوڑ کر باقی پورے ملک کو پی اے آئی جی سی مسلح جدوجہد کے ذریعہ آزاد کروا چکی تھی اور اس نے یکطرفہ آزادی کا اعلان کردیا تھا جس کو کم ازکم ستر ملکوں

نے تسلیم کرلیا تھا۔ اور اقوام متحدہ بھی اُسے رکن بنانے کیلئے تیار تھی۔ موزمبیق میں فریلیمو نے ملک کے چوتھائی کو عوامی جنگ کے ذریعہ آزاد کروالیا تھا اور اُسے دن بہ دن نئی کامیابیاں حاصل ہو رہی تھیں۔ اس کی مخالف پٹھو تنظیم کوریلموا اپنے کرتوتوں کی وجہ سے اور بین الاقوامی امداد نہ ملنے کی وجہ سے تقریباً ختم ہو چکی تھی۔ انگولا میں ایم پی ایل اے ملک کی تقریباً ایک تہائی کو آزاد کرچکی تھی اور سیاسی طور پر اُس کا اثر ورسوخ پورے ملک میں پھیلا ہوا تھا۔ لیکن رابرٹو کی تنظیم ایف این ایل اے زائر میں اور انگولا کے سرحدی علاقے میں اپنی فوج رکھے ہوئے تھی اور اسے موبوتو اور سامراجی ملکوں کی مکمل حمایت حاصل تھی جنوبی انگولا کے ایک چھوٹے سے علاقے میں ساومبی کی یونیتا اپنا اڈہ قائم کئے ہوئے تھی لیکن اس کو کوئی معنی خیز بین الاقوامی حمایت حاصل نہیں تھی۔

پرتگال کے نئے صدر اسپنولا نے پہلے تو نوآبادیوں کو مکمل آزادی دینے پر ہچکچاہٹ کا اظہار کیا جس پر پی اے آئی جی سی، فریلیمو اور ایم پی ایل اے نے مسلح جدوجہد تیز کرنے کا اعلان کردیا اور مطالبہ کیا کہ پرتگال مکمل آزادی کے اصول کو غیر مشروط طور پر تسلیم کرے۔ ان کے برعکس ساومبی نے یک طرفہ جنگ بندی کا اعلان کیا اور پرتگال سے گٹھ جوڑ کرنے پر رضامندی کا اظہار کیا اور پرتگال کی حکومت نے مجبور ہو کر مکمل آزادی کے اصول کو قبول کرلیا اور آزادی کی تحریکوں کے ساتھ بات چیت کرنے پر رضامند ہوگئی۔ 28 اگست کو پرتگال اور پی اے آئی جی سی کے درمیان مذاکرات مکمل ہوئے اور 10 ستمبر کو پرتگال نے گنی بساؤ کی آزادی کو سرکاری طور پر تسلیم کرلیا۔ 7 ستمبر کو پرتگال نے فریلیمو کے ساتھ ایک معاہدہ کیا جس کے تحت 20 ستمبر سے موزمبیق میں فریلیمو کی عبوری حکومت قائم کی گئی اور 25 جون 1975ء کو موزمبیق کو مکمل آزادی دینے کا فیصلہ ہوا۔

لیکن انگولا کا معاملہ اور تھا۔ یہاں امریکی سامراجیوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگادیا کہ اقتدار ایم پی ایل اے کو منتقل نہ کیا جائے یا کم ازکم ایسی مخلوط حکومت قائم کی جائے جس میں سامراج کے پٹھو ایم پی ایل اے کا سیاسی طور پر گلا گھونٹ دیں۔ اس منصوبے کے تحت امریکہ نے ایک تو پرتگالی حکومت کرنے کی تلقین کی۔ یہی وجہ ہے کہ صدر اسپینولا نے

15 ستمبر 1974ء کو زائر کے صدر موبوتو کے ساتھ بیٹھ کر سازش کی۔ امریکہ کے اشاروں پر موبوتو نے انگولا کے معاملات میں گڑبڑ کرنا شروع کردی۔ رابرٹو کو امداد دینے کے علاوہ اس نے مشہور پرتگالی پٹھو تاتی کے ہاتھوں فلیک نامی تنظیم بنوادی جس نے کابینڈہ کی علیحدگی کا نعرہ بلند کیا۔ تاتی کا ہیڈ کوارٹر بھی کنساشا تھا جہاں سے وہ ریڈیو پر کابیندہ کی علیحدگی کے لئے پروپیگنڈہ کرتا تھا۔ امریکہ کا سب سے اہم اقدام یہ تھا کہ اس نے اپنے پرانے تنخواہ دار ایجنٹ رابرٹو کی تنظیم ایف این ایل اے کو دوبارہ فوجی اور مالی امداد دینا شروع کی۔ ایک امریکی افسر نے اعتراف کیا کہ انہوں نے پرتگال میں فوجی انقلاب کے فوراً بعد ہی ''رابرٹو کو پھر کام پر لگا دیا''۔ اس کے علاوہ سامراجیوں نے خود ایم پی ایل اے میں چیندہ کے ذریعے پھوٹ ڈال دی۔

دوسری طرف جوناس ساومبی نے اپنی سیاسی وقعت بڑھانے کیلئے ایک سستی اور انتہائی ملک دشمن چال چلی۔ اُس نے گورے پرتگالی آبادکاروں کے ساتھ وعدہ کیا کہ وہ اُن کے مفادات کی حفاظت کرے گا اور ان سے یونیتا کی حمایت کرنے کی اپیل کی۔ ان کی اسی پالیسی کی وجہ سے پرتگالی نوآبادیاتی انتظامیہ کے بہت سے رجعت پرست افسروں اور گورے آبادکاروں کے مستقل مفاد کے نمائندوں نے اُن کی حمایت کی۔ جنوبی افریقہ کی نسل پرست حکومت نے بھی ان کو گلے سے لگالیا۔

ان حالات کی وجہ سے انگولا کی آزادی میں تاخیر ہو رہی تھی۔ افریقی اتحاد کی تنظیم کا بھی مطالبہ تھا کہ انگولا کی تینوں تحریکیں متحد ہو کر پرتگال سے آزادی کیلئے بات چیت کریں۔ گو ایم پی ایل اے کو معلوم تھا کہ رابرٹو اور ساومبی آزادی اور انقلاب کے دشمن رہے ہیں۔ پھر بھی اس نے قومی آزادی کی خاطر 6 جنوری 1975ء کو ممباسہ میں سمجھوتہ کرلیا۔ 15 جنوری کو الوور میں تینوں تحریکوں نے پرتگال کے ساتھ ایک سمجھوتے پر دستخط کئے جس کے تحت یہ فیصلہ ہوا کہ گیارہ نومبر کو انگولا کو مکمل آزادی دی جائے گی اور اس سے پہلے 13 جنوری کو لوآنڈہ میں پرتگالی کمشنر کے زیرنگرانی ایک عبوری حکومت قائم کی جائے گی جس میں تینوں فریقین کو برابر نمائندگی حاصل ہوگی۔ اس کے بعد آزاد انتخاب کروائے جائیں گے یہ فیصلہ

حقائق پر مبنی نہیں تھا اور اس میں ایم پی ایل اے کے مقابلے میں ایف این ایل اے اور یونیتا کے ساتھ ترجیحی سلوک کیا گیا تھا۔ لیکن یہ دو تنظیمیں اپنے حق سے زیادہ حصہ لئے بغیر آزادی پر رضامند ہونے والی نہیں تھیں۔ قوم کے عظیم مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے اور اس خیال سے کہ آزاد انتخابات میں اُس کی جیت ہوگی ایم پی ایل اے ایک تہائی نمائندگی پر رضامند ہوگئی جبکہ کسی بھی مخلوط حکومت میں اسے فوقیت حاصل ہونا چاہئے تھی۔

31 جنوری 1975ء کو لوآندہ میں عبوری مخلوط حکومت نے حلف اٹھایا۔ اور 4 فروری کو صدر نیتو نے 15 سال کے بعد لوآندہ میں قدم رکھا۔ انہیں خوش آمدید کہنے کے لئے لاکھوں لوگ سڑکوں پر نکل آئے۔ عوام کو اس جوش وخروش کو دیکھ کر سامراجی اخبار نویسوں نے بھی اعتراف کیا کہ انگولا کے لوگ انہیں اپنا حقیقی رہبر تسلیم کرتے ہیں۔ رابرٹو اور ساومبی کی ہمت نہیں تھی کہ وہ لوآندہ میں قدم رکھیں۔ انہوں نے اپنے وزیر، کارکن اور فوجی بھیج دیئے۔ ایم پی ایل اے کے مسائل حل کرنے کیلئے حکومت میں کچھ ترقی پسند تجویزیں پیش کیں اور محلہ محلہ میں قائم کی ہوئی عوامی اقتدار کی کمیٹیوں کی ہمت افزائی اور رہنمائی کی۔ لیکن ایف این ایل اے اور یونیتا نے ان دونوں باتوں کی شدید مخالفت کی اور شروع ہی سے عبوری حکومت کو چلنے نہیں دیا۔ مارچ میں رابرٹو کے لوگوں نے لوآندہ میں ایم پی ایل اے کے پچاس کارکنوں کو اغواء کر کے قتل کر دیا اور احتجاج کرنے والے عام لوگوں پر بھی گولیاں برسائیں۔ ایم پی ایل اے نے اس اشتعال انگیزی کا جوابی مقابلہ کیا۔ پرتگالی حکام نے کوشش کر کے جنگ بندی کروا دی۔ لیکن رابرٹو کے لوگوں نے فتنہ انگیزی بند نہیں کی۔ 31 اپریل کو انہوں نے مزدوروں کی جماعت انتا کے دفتر پر حملہ کر کے اس کے دستاویز ضبط کر لئے 28 آدمیوں کو مار ڈالا۔ اس حادثہ کی وجہ سے دوسرے دن یوم مئی کی تقریبات نہیں منائی جاسکیں۔ اسی مہینے میں ایف این ایل اے نے موبوتو کی فوجوں کی مدد سے لوئگے اور زائر صوبوں پر قبضہ کر لیا۔

تینوں تنظیموں میں تنازعہ کو ختم کرنے کیلئے 12 جون کو نکارو میں پھر ایک سمجھوتہ ہوا جس میں فریقین نے جنگ بندی کے احترام کرنے کا وعدہ کیا۔ لیکن اس کے فوراً بعد ایف این

ایل اے نے شمالی سوآنزہ میں تانگو پر قبضہ کر لیا اور اپنے دو مقبوضہ صوبوں میں ایم پی ایل اے کے کارکنوں پر تشدد کرنا شروع کر دیا۔ 9 جولائی کو سنگین اشتعال انگیزی کرتے ہوئے ربراٹو کے لوگوں نے لوآندہ میں ایم پی ایل اے کے ایک کارکن کے جنازے پر گولی چلائی اور ایم پی ایل اے کے دفاتر پر حملہ کئے۔ اس کے بعد ایم پی ایل اے نے جوابی کارروائی کی اور شہر میں گھسان کی لڑائی شروع ہوگئی۔ ایم پی ایل اے نے آخر کار رابرٹو کے 700 مسلح غنڈوں کو لوآندہ سے مار بھگایا۔ اس موقع پر رابرٹو نے شمال سے 5000 آدمیوں کی فوج جس میں زائر کے سپاہی شامل تھے، کو لوآندہ پر چڑھائی کیلئے بھیجا اور ایم پی ایل اے کے خلاف "مکمل جنگ" کا اعلان کر دیا۔

اس پورے عرصے میں یونیتا کے لوگ چپکے چپکے ایف این ایل اے کی مدد کرتے رہے، لیکن بظاہر اپنے آپ کو غیر جانبدار بتاتے رہے۔ ساومبی نے موقع سے فائدہ لیتے ہوئے ایم پی ایل اے اور ایف این ایل اے پر مفاد پرست اور جنگجو ہونے کا الزام لگایا اور یونیتا کو انگولا کی آزادی کی واحد ضمانت ثابت کرنے کی کوشش کی۔ سامراجی ملکوں کو بھی رابرٹو کی جنگی اور سیاسی صلاحیتوں پر سے بھروسہ اُٹھ گیا تھا۔ انوہں نے بھی اپنے مقاصد کو پورا کرنے کیلئے ساومبی پر انحصار کرنا شروع کیا اور دنیا بھر میں یونیتا کی غیر جانبداری اور اعتدال اور ساومبی کی قیادت کرنے کا ڈھنڈورا پیٹنا شروع کر دیا۔ درحقیقت امریکہ کے وزیر خارجہ ہینری کسنجر کے زیر قیادت "40 کی کمیٹی" نے پہلے ہی ساومبی کیلئے تین لاکھ ڈالر کی رقم منظور کی تھی۔ اب رابرٹو کی طرح ساومبی بھی مکمل طور پر امریکہ کی جیب میں تھا۔

ساومبی اپنی غیر جانبداری کا ڈھونگ بہت دنوں تک نہیں رچا سکا۔ 8 اگست کو اُس نے رابرٹو کے ساتھ مل کر ایم پی ایل اے کے خلاف جنگ کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس کے دو روز بعد انگولا کی مخلوط حکومت ختم ہوگئی کہ ایف این ایل اے اور یونیتا کے وزیر لوآندہ چھوڑ کر بھاگ گئے 12 اگست کو پرتگال نے دوبارہ انتظامیہ اپنے ہاتھوں میں لینے کا اعلان کیا۔ لیکن اس وقت لوآندہ ایم پی ایل اے کے قبضہ میں تھا اور ملک بھر میں خانہ جنگی جاری ہوگئی تھی۔ ایف این ایل اے نے شمالی صوبوں سے لوآندہ پر قبضہ کرنے کیلئے جنوب کی طرف چڑھائی

39.jpg

کی جبکہ جنوب میں یونیتا اور ایف این ایل اے نے شمالی صوبوں سے لوآندہ پر قبضہ کرنے کیلئے جنوب کی طرف چڑھائی کی، جبکہ جنوب میں یونیتا اور ایف این ایل اے کی فوجوں نے مل کر نووالسبو اور سلواپورتو میں اپنے اڈوں سے وسطی اور مغربی ساحلی علاقوں کی طرف بڑھنے کی کوشش کی۔ لیکن ایم پی ایل اے نے ان کے حملوں کو پسپا کر دیا اور تیزی کے ساتھ نووو دوندو، لوبیتو، بینگیلا اور موزامدیس کی بندرگاہوں اور دوسرے وسیع علاقوں پر قبضہ کر لیا، ستمبر کی آخر تک انگولا کے 16 صوبوں میں سے 12 پر ایم پی ایل اے کا قبضہ ہو چکا تھا۔

رجعت پرست فوجوں نے 11 نومبر یعنی آزادی کی تاریخ سے پہلے دارالخلافہ لوآندہ پر قبضہ کرنے کا تہہ کر لیا تھا۔ لیکن وہ اس مقصد میں بری طرح ناکام ہوئے۔ آزادی والے دن پرتگالی حکام اقتدار باقاعدہ ایم پی ایل اے والوں کو سونپنے کے بجائے، فقط یہ کہہ کر انگولا سے چل دیئے کہ وہ انگولا کو آزاد کر کے عوام کے حوالے کر رہے ہیں۔

ایم پی ایل اے نے اپنے صدر اگستینیو نیتو کو ملک کا صدر اور لوبو نسیمیتو کو وزیر اعظم مقرر کیا اور عوامی جمہوریہ انگولا کے قیام کا اعلان کر دیا۔ انگولا کی آزاد حکومت کو تسلیم کرنے میں موزمبیق، گنی بساؤ، کیپ وردی اور ساؤتومے پیش پیش تھے جنہوں نے خود ابھی ابھی پرتگال سے آزادی حاصل کی تھی اور جو جانتے تھے کہ انگولا کی آزادی کا حقیقی وارث کون ہے۔ پرتگال کی ایشیائی نوآبادی تیمور کی انقلابی تحریک آزادی فریتلین بھی آزادی کی تقریبات میں شریک تھی۔ تاریخ کی سب سے شاندار انقلابی جنگ لڑنے والی ویتنامی قوم کی نمائندہ حکومت نے بھی فوراً عوامی جمہوریہ انگولا کو سرکاری طور پر تسلیم کر لیا۔ افریقہ کے تمام ترقی پسند ملکوں، جیسے کہ الجزائر، گنی (کونیکری)، کانگو (برازاول) تنزانیہ اور سومالیہ نے بھی ڈاکٹر نیتو کی حکومت کو فوری طور پر تسلیم کیا۔ اُدھر سوویت یونین (روس)، کیوبا اور مشرقی یورپی ملکوں نے بھی ایم پی ایل اے کی حکومت کو تسلیم کرنے کا اعلان کیا۔

آزادی کے وقت صورتحال یہ تھی کہ دشمن تنظیموں ایف این ایل اے اور یونیتا نے سامراجی مدد سے ملک کے کافی بڑے علاقوں پر قبضہ کر رکھا تھا اور نووالسبوا (جس کا نام بدل کر ہشامبو کر دیا گیا تھا) میں اپنی الگ حکومت قائم کرنے کا اعلان کر دیا تھا۔

دشمن تنظیموں نے جو فوجی کامیابی حاصل کی تھی وہ بیرونی مداخلت کی وجہ سے انہیں حاصل ہوئی تھی۔ ایف این ایل اے اور یونیتا کی طرف سے اب زائر اور جنوبی افریقہ کی فوجیں، پرتگالی فاشی فوج ای ایل پی برطانیہ کے ہوائی پائلٹ امریکہ، برطانیہ، فرانس، بیلجیم اور دوسرے یورپی ملکوں کے کرایہ کے سپاہی، جنوبی افریقہ کی طرف سے بھرتی کئے ہوئے کالے کرائے کے سپاہی، انگولا میں پرتگالی آبادکاروں کے مسلح دستے اور دوسرے غیر ملکی "مشیر" اور ٹیکنیشین لڑ رہے تھے۔ اس بیرونی مداخلت کا مقصد انگولا کو دوسرا زائر بنا کر سامراجیوں کی پٹھو حکومت قائم کرنا تھا۔

ایم پی ایل اے نے اس سامراجی اور نسل پرست فوجی حملے کا مقابلہ کرنے کیلئے ترقی پسند ملکوں سے امداد مانگی۔ روس نے ایم پی ایل اے کو بھاری مقدار میں ٹینکوں، توپوں اور ٹرکوں سمیت اسلحہ اور فوجی سامان دیا۔ کیوبا، موزمبیق اور گنی نے اپنے رضا کار بھیجے۔ اس بین الاقوامی امداد کی وجہ سے ایم پی ایل اے کے جیالے سپاہیوں کے حوصلے اور بھی بلند ہوگئے اور انہوں نے دشمن کی فوجوں کو پیچھے دھکیلنا شروع کیا۔ سامراجیوں اور اُن کے فوجیں انگولا کی عوامی فوج کی یلغار کی تاب نہ لاسکیں۔ اور انہیں اپنے مقبوضہ شہر اور ٹھکانے خالی کرنے پڑے۔ اس پسپائی کی وجہ سے یورپ خاص طور پر برطانیہ سے بڑے پیمانے پر کرائے کے گورے فوجی بھرتی کر کے شمالی انگولا بھیجے گئے۔ لیکن اس وقت تک رابرٹو کی فوجوں کا قلع قمع ہو چکا تھا۔ ان کرائے کے فوجیوں میں سے کچھ تو ایم پی ایل اے کے نشانوں سے مارے گئے کچھ کو رابرٹو کے حکم پر قتل کر دیا گیا اور بچے کچھے کو رابرٹو کے حکم پر قتل کر دیا گیا اور بچے کچھے سپاہی برطانیہ لوٹ گئے۔ ان کرائے کے فوجیوں کو رابرٹو نے جنگ جیتنے کے بعد ہیرے دینے کا وعدہ کیا تھا۔

فروری 1976ء کے تیسرے ہفتہ تک ایف این ایل اے اور یونیتا کا مکمل صفایا ہو گیا۔ موبوتو نے اپنی شکست مان کر صدر نیتو کے ساتھ سمجھوتہ کر لیا جس کے تحت انہوں نے ایم پی ایل اے کی حکومت کو انگولا کی جائز حکومت کے طور پر تسلیم کیا اور پٹھو جماعتوں ایف این ایل اے یونیتا اور فلیک کو زائر سے نکل جانے کا حکم دیا اس کے ساتھ ساتھ سامراجی ملکوں اور

40.jpg

تیسری دنیا میں ان کے پٹھوؤں نے بھی عوامی جمہوریہ انگولا کو تسلیم کرلیا۔ جنوبی افریقہ نے اپنی فوجوں کو جنوبی انگولا میں نمیبیا کی سرحد کے قریب جمع کرلیا تھا۔ مارچ کے مہینے میں انہیں واپس بلانے پر آمادہ ہوگیا۔ اس طرح انگولا اب دشمن کی فوجوں سے بلکل پاک ہوگیا ہے اور انقلابی حکومت جنگ سے روندے ہوئے اور تباہ حال ملک کی دوبارہ تعمیر کرنے کے کام میں لگ گئی ہے۔

انگولا میں سامراجیوں اور نسل پرستوں نے اپنی جارحانہ مداخلت کی پردہ پوشی کرنے کیلئے اور انقلابی حکومت کو بدنام کرنے کیلئے دنیا بھر میں کیوبا کے رضا کاروں اور روسی اسلحہ کے متعلق شدید پروپیگنڈہ کیا ہے۔ چونکہ تیسری دنیا کے اکثر ملکوں میں بین الاقوامی خبریں سامراجی ذریعوں سے آتی ہیں اور وہاں کے اخبار اور رسائل زیادہ تر سامراج نواز لوگوں کے ہاتھوں میں ہیں اس لئے ان ملکوں کے کچھ ترقی پسند لوگ بھی اس گمراہ کن پروپیگنڈہ سے متاثر ہوگئے ہیں۔ ان لوگوں تک انگولا کے متعلق وہ حقائق بھی نہیں پہنچتے جو خود سامراجی ملکوں میں اُن کے اپنے تضادات کی وجہ سے ہر خاص و عام کے علم میں ہیں۔ اس اُلجھن کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ ضروری ہے کہ ہم امریکہ اور جنوبی افریقہ کی مداخلت، روسی اسلحہ اور کیوبا کے کردار پر کچھ روشنی ڈالیں۔

امریکی مداخلت

ہم یہ پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ ہولڈن رابرٹو 1962ء سے باقاعدہ امریکی ایجنٹ تھا اور اُس کی جماعت کو 1969ء تک براہ راست امریکی امداد ملتی رہی۔ اس کے بعد رابرٹو میں موبوتو کی سامراج پرست حکومت کے ذریعہ امریکہ رابرٹو کی تحریک کی مدد کرتا رہا ہے۔ 1974ء میں پرتگال کی فاشی حکومت کا تختہ الٹ جانے کے بعد یہ بات واضح ہوگئی کہ انگولا کو جلد آزادی مل جائے گی۔ اس آزادی کا گلا گھونٹنے کے لئے امریکہ نے فوراً رابرٹو کو دوبارہ ''کام پر لگا دیا'' یہ کام امریکہ نے اپنے رسوائے زمانہ سازشی ادارے سی آئی اے کے ذریعہ کیا اس بات کا فیصلہ امریکہ کی خفیہ ''40 کمیٹی'' نے کیا جس کا صدر ہینری کسنجر ہے اور

جو براہ راست امریکی صدر کو جواب دہ ہے اُس وقت اس کمیٹی میں کسنجر کے علاوہ یہ اراکین تھے: ولیم کلیمینٹس (نائب وزیر دفاع) جنرل جارج براؤن (مشترکہ فوجی سربراہوں کے صدر) اور ولیم کولبی (سی آئی اے کے سربراہ) اس کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ ساومبی کو 30 لاکھ روپے دیئے جائیں اور یونیتا کی فوجی امداد کی جائے۔ یوں تو اس بات کا اندازہ انگولا کے انقلابیوں کو پہلے سے ہی تھا لیکن اس کا با تصدیق انکشاف ایک امریکی اخبار نویس لیزلی گیلب نے نیویارک ٹائمنر کے 25 ستمبر 1975ء کے شمارے میں کیا۔ اس کے بعد گیلب اور دوسرے صحافیوں نے مزید حقائق معلوم کر کے منظر عام پر لائے لیکن امریکی وزیر خارجہ ہینری کسنجر، سی آئی اے کے سربراہ ولیم کولبی اور دوسرے امریکی حکام انگولا میں اپنی کارروائی کو ''خفیہ'' کہہ کر اخبار نویسوں کو ٹالتے رہے۔ آخر 11 دسمبر کو ایک امریکی عملدار نے نیویارک ٹائمنر کے نمائندہ ڈیوڈ بائنڈر کو بتایا کہ امریکہ اُس وقت تک انگولا کی رجعت پرست تحریکوں کو 25 کروڑ روپے کا اسلحہ پہنچا چکا ہے اور مزید 25 کروڑ روپے پہنچانے کا ارادہ رکھتا ہے انہوں نے بتایا کہ یہ امداد سی آئی اے کے ذریعہ سی 141 سامان بردار جہازوں میں لاد کر زائر میں رابرٹو کی فوجوں کیلئے اتارا گیا بقول ان کے اس فوجی سامان میں زیادہ تر ٹینکوں کو ناس کرنے والے راکٹ اور انسان کو نشانہ بنانے والے راکٹ پھینکنے والی توپیں شامل تھیں۔ لیکن سرکاری ذرائع نے بتایا کہ زائر سے اس اسلحہ اور گولا بارود کو چھوٹے ہوائی جہازوں کے ذریعہ محاذ جنگ پر پہنچایا جاتا تھا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ کچھ فوجی سامان ساومبی کی یونیتا کیلئے انگولا پہنچایا گیا تھا۔ درحقیقت امریکی فوجی امداد کی رقم اس سے کئی گنا زیادہ تھی۔ امریکی سینیٹر لوئل وائکر حکومت نے اس امداد کی رقم کم دکھانے کیلئے اسلحہ کی قیمت گھٹا گھٹا کر لگائی تھی۔ مثال کے طور پر ایک 45 کیلیبر کے پستول کی قیمت فقط پانچ ڈالر یعنی پچاس روپیہ دکھائی گئی تھی۔ سینیٹر وائکر نے یہ بھی بتایا کہ صدر فورڈ نے کانگریس تنظیموں کے لئے فقط ستمبر، اکتوبر اور نومبر 1975ء کی مدت کیلئے ایک ارب روپے کی فوجی امداد کی منظوری مانگی تھی۔ اس کے علاوہ صدفورڈ نے سال 1975ء کیلئے زائر کیلئے فقط 9 کروڑ روپیوں کی امداد منظور ہوئی تھی۔ ڈاکٹر کسنجر نے اس بات کا اعتراف کیا کہ زائر کیلئے امداد میں

اتنے بڑے اضافے کا مقصد یہی تھا کہ اس امداد کے ایک بڑے حصے کو انگولا کی خانہ جنگی میں رجعت پرست تنظیموں کی امداد کیلئے استعمال کیا جائے۔ باقی رقم موبوتو کو دلائی کے طور پر دی جاتی تھی۔ امریکہ نے اپنے اتحادیوں اور حاشیے برادروں کے ذریعہ بھی رابرٹو اور ساومبی کو فوجی سامان پہنچایا۔

امریکہ کی براہ راست مداخلت کے متعلق اُسی امریکی افسر جس کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں، نے بتایا کہ توپ خانے کا سراغ لگانے والے پانچ امریکی ہوائی جہاز جنہیں خود امریکی پائلٹ چلا رہے ہیں، جنگی علاقہ میں پرواز کر رہے ہیں، یہ جہاز ایم پی ایل اے کے توپوں اور فوجوں کی نقل و حرکت معلوم کر کے رابرٹو اور ساومبی کو اطلاع پہنچاتے تھے تاکہ وہ حفاظتی یا جوابی تدبیریں کرسکیں۔ جنگ کے آخری دنوں میں ایم پی ایل اے ایک امریکی جہاز کو پکڑ لیا تھا۔

امریکہ نے انگولا کی ملک دشمن تنظیموں کیلئے کرائے کے فوجی بھی مہیا کئے۔ انٹرنیشنل بلیٹن نے اپنے 5 دسمبر کے شمارے میں بتایا کہ ویت نام کی جنگ کے ایک امریکی سپاہی ڈیوڈ بفکن نے جو نیویارک، شکاگو اور کیلیفورنیا میں انگولا کے لئے کرائے کے سپاہی بھرتی کررہا ہے بتایا کہ انگولا کی رجعت پرست تنظیموں کیلئے امریکہ میں قومی پیمانے پر کرایہ کے فوجیوں کی بھرتی ہو رہی ہے۔ 10 دسمبر کو نیوز ڈے نامی اخبار نے بتایا کہ امریکہ کی رجعت پرست سیاہ فام تنظیم کور، انگولا کیلئے کالے کرائے کے سپاہی بھرتی کر رہی ہے۔ یاد رہے کہ یہ تنظیم خود امریکہ میں مظلوم کالے لوگوں کے نام پر وہی حرکتیں کرتی ہے جو موبوتو، رابرٹو اور ساومبی زائر اور انگولا کے عوام کے نام پر کرتے ہیں۔ کور کے سربراہ رائے انس نے اعتراف کیا کہ اُس نے یونیتا کیلئے 300 کرایہ کے کالے سپاہی بھرتی کئے اس کے علاوہ لیری مچل نامی ویت نام کی جنگ کے ایک آزمودہ سپاہی نے جنوری میں بتایا کہ اُس نے واشنگٹن کے علاقے میں 200 کالے آزمودہ سپاہی یونیتا کے لئے بھرتی کئے۔ (یہ حقائق انٹرنیشنل ہیرلڈ ٹریبیون نامی اخبار کے 15 مارچ 1976ء کے شمارے میں درج ہیں) کرائے کے فوجیوں کی تربیت دینے کے معاملے میں امریکی حکومت کے کردار کا راز اخبار کرسچن سائنس مانیٹر

نے اپنے یکم جنوری 1976ء کے شمارے میں کیا۔ اخبار نے بتایا کہ اس وقت فورٹ بین انگ (جارجیا) میں سی آئی اے سرپرستی کے تحت 150 کرایہ کے فوجیوں کو تربیت دی جارہی ہے۔ اور اس سے پہلے 300 کرائے کے فوجی تربیت حاصل کرچکے ہیں اور انگولا جانے کیلئے تیار ہیں۔ ان کرایہ کے سپاہیوں میں وہ عوام دشمن عناصر بھی شامل ہیں جو کیوبا اور ویت نام سے انقلاب کے بعد امریکہ بھاگ آئے تھے۔

برطانیہ سے بھرتی ہونے والے کرایہ کے فوجیوں کا انگولا میں جب برا حشر ہوا اور اُن میں کئی کو اُن کے اپنے افسروں نے رابرٹو کے حکم پر قتل کردیا تو پورے برطانیہ میں کھلبلی مچ گئی۔ فروری کی وسط میں برطانیہ کے اخباروں میں روزانہ ان انگریز کرائے کے فوجیوں کے متعلق سرخی لگا کرتی تھی۔ اخبار نویسوں نے تفتیش کر کے معلوم کیا کہ اس بھرتی کے اخراجات بھی لنڈن میں امریکی سفارت خانہ میں مقیم سی آئی اے کے ایجنٹوں نے ادا کئے تھے۔

ظاہر ہے کہ ویتنام، کمبودیا، لاؤس اور دوسرے ملکوں میں امریکہ نے جس جارحیت اور بربریت کے ساتھ مداخلت کی تھی اُس کے مقابلے میں انگولا میں اُس کی مداخلت بہت محدود تھی۔ اس کی سب سے بڑی وجہ ویت نام میں امریکی سامراج کی عبرتناک شکست ہے۔ اب نے فقط امریکہ کے عوام ایسی جارحیت کے مخالف ہیں بلکہ امریکی پالیسی سازوں نے بھی اپنی حکمت عملی بدل دی ہے اس حکمت عملی کے تحت امریکہ اُس وقت تک کوئی باقاعدہ فوجی مداخلت نہیں کرے گا جب تک اُس کے اہم مفادات پر براہ راست ضرب نہیں پڑتی، یعنی وہ عرب دنیا میں تیل کی خاطر یا اسرائیل کے بچاؤ کیلئے مداخلت تو کرسکتا ہے لیکن انگولا میں اپنی فوجیں بھیجنے کا جواز نہیں پیدا کرسکتا۔ انگولا کے معاملے میں امریکی حکمران طبقہ خود بری طرح بٹا ہوا تھا۔ اکثر امریکہ کی طرف سے مداخلت کے خلاف تھے۔ اس مداخلت کے خلاف ہونے کے انہوں نے دو اہم سبب بتائے۔ ایک یہ کہ انگولا میں امریکہ کے ایسے مفادات نہیں ہیں جس کیلئے اتنی بڑی ٹکر لی جائے دوسرے یہ کہ بالواسطہ مداخلت سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ رابرٹو اور ساومبی کو عوام کی بالکل حمایت حاصل نہیں ہے۔ گلف کمپنی جو کابینڈہ کے علاقے سے تیل نکال رہی ہے پہلے تو ایم پی ایل اے کے خلاف ساز باز میں

شریک تھی، لیکن جیسے جیسے آزادی کے دن قریب آتے گئے اسے یقین ہوتا گیا کہ فتح ایم پی ایل اے کی ہوگی۔ اس لئے اس نے ایک پرانے امریکی مقولہ پر عمل کرتے ہوئے سوچا کہ ایم پی ایل اے کے ساتھ سمجھوتہ کر کے جبتک ممکن ہے اپنا کاروبار جاری رکھو۔ یہ امریکی مقولہ ہے ''اگر تم انہیں سات نہیں کر سکتے تو ان کے ساتھ شامل ہو جاؤ''۔ امریکی وزارت خارجہ میں گلف کے خیالات کی نمائندگی افریقی امور کے اعلیٰ افسر نیتھینیل ڈیوس نے کی۔ یہ شخص عام طور پر بہت جنگجو اور مداخلت پسند ہے اور اس نے چلنے میں گھنونا کردار ادا کیا تھا۔ لیکن انگولا کے معاملے میں وہ کسی بھی طرح سے مداخلت کی حمایت میں نہیں تھا۔ اس نے رابرٹو اور ساومبی کو امداد دینے کے مسئلے پر اختلاف کرتے ہوئے اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا، اور ایک ایسا بیان جاری کیا جس سے رابرٹو اور ساومبی کی اصلیت اور امریکہ کے تضاد کی بہترین عکاسی ہوتی ہے اس نے کہا:

''نہ ساومبی اچھا لڑنے والا ہے اور نہ رابرٹو در حقیقت یہ ایک کاغذ کی تھیلی میں سے بھی لڑ کر باہر نہیں نکل سکتے۔ یہ ایک غلط کھیل ہے اور ہمارے کھلاڑی ہارنے والے کھلاڑی ہیں۔''

ان حقائق کی بنا پر اور عوام کے دباؤ کی وجہ سے امریکی سینیٹ اور ایوان نمائندگان نے صدر فورڈ کی اس درخواست کو رد کر دیا جس میں اُس نے انگولا میں انقلاب دشمن تنظیموں کیلئے بھاری امداد طلب کی تھی۔ اس کے باوجود خفیہ طور پر اور دوسرے ملکوں کے ذریعہ امریکہ آخری دم تک اپنی کٹھ پتلیوں کو امداد پہنچاتا رہا۔ اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے امریکی وزارت خارجہ کے ترجمان ولیم شافیل نے فروری کے آخر میں بتایا کہ رابرٹو اور ساومبی کیلئے امریکی امداد اب تک جاری ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ میدان جنگ میں رجعت پرستوں کا صفایا ہو جانے کے بعد بھی امریکی امداد بند نہیں ہوئی۔

جنوبی افریقہ کی مداخلت

جنوبی افریقہ کے نسل پرستوں کے انگولا میں معاشی اور سیاسی مفادات کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ ہم یہ بھی بتا چکے ہیں کہ جنگ آزادی کے دوران ہی جنوبی افریقہ پرتگالی

نوآبادیاتیوں کی طرف سے حریت پسندوں کے خلاف فوجی طور پر ملوث تھا۔

جنوبی افریقہ کے نسل پرست نظام کی بقاء کیلئے انگولا اور موزمبیق میں پرتگالی نوآبادیاتی راج کا جاری رہنا اتنا اہم تھا کہ ہر باخبر مبصر اور تجزیہ نگار کو یقین تھا کہ پرتگالی فاشزم کے دم توڑنے پر جنوبی افریقہ اُس کی نوآبادیوں میں مداخلت کر کے اپنی چمچہ حکومتیں مسلط کرنے کی کوشش کرے گا۔ آج سے چار سال پہلے پروفیسر آرون سیگال نے لکھا تھا:

''اگر اور جب افریقہ میں جمے رہنے کیلئے پرتگالیوں کا انسانی اور معاشی قیمت ادا کرتے رہنے کا عزم ختم ہو جائے گا اُس وقت غالباً انگولا اور موزمبیق میں سفید آبادکاروں کی حکومت تھوپنے کیلئے جنوبی افریقہ کی فوجی مداخلت کا امکان پیدا ہو جائے گا''۔

کائتانو کی حکومت کا تختہ الٹ جانے کے بعد جب انگولا اور موزبیق کی آزادی یقینی ہوگئی تو جنوبی افریقہ کے حکمرانوں نے ایک طرف موزمبیق میں گوروں کی بغاوت کروادی تو دوسری طرف ایم پی ایل اے کو ناکام بنانے کی تدبیریں شروع کر دیں۔ سب سے پہلے انہوں نے ساومبی کو امداد دینا شروع کی اور نمیبیا میں انگولا کی سرحد کے قریب اپنی فوجیں جمع کر دیں۔ جولائی 1975ء میں کنینے پن بجلی بند کی حفاظت کے بہانے اس نے اپنے 150 فوجی انگولا میں داخل کر دیئے۔

اس بات کی رپورٹ پرتگال کے ایلچی ڈاکٹر المئید اسانتوس نے 23 اگست کو اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل کرٹ والڈ ہائم سے کی۔ جولائی میں دانیل چینیدہ مقبوضہ نمیبیا پہنچے جہاں جنوبی افریقی نسل پرست حکمرانوں نے انہیں ایف۔ این۔ ایل۔ اے اور یونیتا کے لیے فوجی اور مالی امداد دینے کی یقین دہانی کی۔ 22 کتوبر کو چپندہ کے زیر قیادت مقبوضہ نمیبیا سے 1500 کالے اور 500 گورے کرائے کے سپاہیوں کی فوج، جس کو جنوبی افریقہ نے تیار کیا تھا، بھاری اور جدید اسلحہ کے ساتھ انگولا میں داخل ہوئی۔ اس فوج میں جنوبی افریقی افسروں کے علاوہ سابق پرتگالی صدر اسپینولا کی حامی فاشی جماعت اے اہل ہی کے فوجی شامل تھے۔ یہ حملہ آور فوج یونیتا اور ایف این ایل اے کے دستوں کے ساتھ مل گئی جو پہلے ہی جنوبی افریقی اسلحہ کی مدد سے پریئرادی ایکا پر قبضہ کر چکے تھے۔ اس فوج نے

اب شمال اور مغرب کی طرف بڑھتے ہوئے 24 اکتوبر کو ساوابندیگرا پر قبضہ کر لیا۔ برطانوی اخبار ''ڈیلی ٹیلی گراف'' کے مطابق اس فوج کے پاس 55 پنہارڈ بکتر بند گاڑیاں تھیں۔ لیکن اس سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ اس حملہ میں جنوبی افریقہ کی فضائیہ بھی شامل تھی جس نے بینگلا اور اور لوبیتو پر بمباری کر کے شدید جانی اور مالی نقصان پہنچایا۔ حملہ آور فوج کو جنوبی افریقہ نے اپنے سی 130 مال بردار طیاروں کے ذریعے رسد پہنچائی۔

جنوبی افریقہ کی فوجی مداخلت یہاں تک محدود نہیں تھی۔ تقریباً 5000 سپاہیوں پر مشتعل جنوبی افریقہ کی باقاعدہ فوج کے دستوں نے ٹینکوں اور بکتر بند گاڑیوں سمیت انگولا پر فوج کشی کر دی تھی۔ جنوبی افریقہ حملہ آور فوجوں نے ساوابندیرا پر قبضہ کرنے کے بعد مغربی ساحل پر یکے بعد دیگرے موزامدس، بینگلا، لوبیتو اور نو وورند و کی بندرگاہوں پر قبضہ کر لیا۔ وسطی مشرقی علاقے میں انہوں نے بینگلا ریلوے لائن پر ایک اہم شہر لوسو پر قبضہ کر لیا۔ ایم پی ایل اے کے جوانوں نے ان حملہ آوروں میں سے کئی کو پکڑ لیا، اور 16 دسمبر کو ان میں سے 4 جنوبی افریقی سپاہیوں کی لوآندہ میں پریڈ کروائی۔ اس کے بعد انگولا کی حکومت نے ان کی نائیجیریا کے دارالخلافہ لاگوس میں بھی نمائش کی۔ اب یہ بات کسی سے بھی ڈھکی چھپی نہ رہی کہ جنوبی، جنوب مغرب اور وسطی انگولا میں ایم پی ایل اے کی فوجوں کی جو وقتی شکست ہوئی تھی وہ ایف این ایل اے اور یونیتا کے ہاتھوں نہیں بلکہ جنوبی افریقی نسل پرستوں کی جارحیت کی وجہ سے ہوئی تھی۔

روسی فوجی امداد

آج تک کوئی ایسی انقلابی تحریک نہیں رہی جس کے خلاف سامراجیوں یا ان کے حلیفوں نے باہر سے مداخلت نہ کی ہو۔ برطانیہ، فرانس، جرمنی، جاپان، چیکوسلواکیہ اور دوسرے سرمایہ دار ملکوں نے اپنی فوجیں اتار دیں۔ چینی انقلابیوں کو نہ فقط حملہ آوروں کے خلاف لڑنا پڑا بلکہ جاپان کی شکست کے بعد 4 سال تک امریکی سامراج غدار چیانگ کائی شیک کی فوجی مدد کرتا رہا اور اس کی فوجوں کی مدد سے وہ تائیوان میں اپنی پناہ گاہ بنانے میں

کامیاب ہو گیا۔ ویت نام کے لوگ فرانس کے خلاف آزادی کے لیے لڑ رہے تھے، لیکن ان کے ملک میں جاپان اور برطانیہ نے بھی فوجی مداخلت کی۔ بعد میں امریکی سامراج نے ویت نام کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی کر کے وہاں کے عوام کے خلاف موجودہ، تاریخ کی سب سے وحشیانہ جنگ لڑیا۔ اس جنگ میں اس نے آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، فلپائن، تھائی لینڈ اور جنوبی کوریا کے پٹھو فوجی بھی امریکی اور اس کے پٹھوؤں نے جارحیت کی۔ کیوبا کے انقلاب کو ناکام بنانے کے لیے امریکہ نے مشہور ''بے آف پگس'' حملہ کے علاوہ کئی اور جارحانہ کوششیں کیں۔ اسی طرح جنوبی یمن، زعفار، موزمبیق اور گنی بساؤ میں بھی سامراجیوں نے مختلف طریقوں سے مداخلت کی جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں۔ انگولا میں بھی سامراجی ایک لمبی مدت سے انگولا کے عوام کی آزادی کے خلاف مداخلت کرتے رہے ہیں۔

ہر انقلابی تحریک نے بیرونی حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے کے لیے خود انحصار کی حکمت عملی پر چلنے کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی مدد بھی حاصل کی ہے۔ عوامی جنگ میں ہتھیار فیصلہ کن عنصر نہیں ہوتے بلکہ انقلابی سیاست اور عوام کی حمایت فیصلہ کن ہوتی ہیں۔ پھر بھی جنگ ہتھیاروں کے بغیر نہیں لڑی جاتی۔ یہ ممکن ہے، بلکہ اکثر ہوتا بھی یوں ہی ہے کہ انقلابی تحریک اپنے وسیلوں سے چند ہتھیار خرید کر مسلح جدوجہد شروع کرتی ہے۔ پھر اپنی انقلابی سیاست اور حکمت عملی اور داؤ پیچ سے وہ دشمن سے ہتھیار چھین کر اپنی فوجی صلاحیت میں اضافہ کرتی ہے۔ لیکن جنگ کے پھیلنے کے ساتھ اور بیرونی مداخلت کے بعد ضرورت کا ہر ہتھیار دشمن سے چھین کر حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ جدید انقلاب دشمن جنگجوئی کے خلاف انقلابی فوج کو عام طور پر خود کار رائفلوں، مشین گنوں، توپوں، بزوکا، ٹھکانوں پر حملہ کرنے والے راکٹوں، مارٹروں، ہوائی جہازوں کو گرانے کے لیے زمین سے ہوا میں فائر ہونے والے میزائلوں، ہوائی جہازوں اور ہیلی کاپٹروں کو مار گرانے والی توپوں اور دیگر فوجی سامان کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ سامان انقلابی تحریکیں، سامراج دشمن ملکوں سے حاصل کرتی ہیں۔ موجودہ دور میں دوسرے، سامراج دشمن ملکوں کے علاوہ روس نے بھی اکثر سامراج

دشمن تحریکوں کو اسلحہ مہیا کیا ہے۔ ہا جاتا ہے کہ ویت نام کی جنگ کے آخری سالوں میں حریت پسندوں کے اسلحہ اور گولہ بارود کا 70 فیصد روس سے آتا تھا۔ گنی بساؤ کی جنگ آزادی میں بیرونی مدد کے متعلق بات کرتے ہوئے ایملکار کیبرال نے کہا ''سب سے اول سویت یونین، پھر چین، چیکوسلواکیہ، بلغاریہ اور دوسرے سوشلسٹ ملک ہماری مسلسل امداد کرتے ہیں۔'' اس طرح موزمبیق، جنوبی یمن، ذعفار، لاؤس اور دوسرے ملکوں کی انقلابی تحریکوں نے بھی روس سے اسلحہ حاصل کیا۔

انگولا کی تحریک آزادی ایم پی ایل اے نے بھی پرتگالی نوآبادیاتی فوج کے خلاف لڑنے کے لیے مختلف ملکوں سے فوجی امداد مانگی، جن میں سے دوسرے ملکوں کے علاوہ روس نے بھی اسے امداد دی۔ صدر نیتو نے شروع سے اور بار بار کہا کہ کسی دوست یا ہمدرد ملک سے امداد لینے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ہم نظریاتی یا کسی دوسرے طریقے سے ان کے دم چھلا بن جائیں۔ انہوں نے 1969ء میں ایک نشری تقریر میں کہا تھا:

''یہ ایک صاف بات ہے کہ جو لوگ اپنی آزادی کے لیے لڑ رہے ہیں، وہ جہاں سے بھی امداد ملے وہاں سے لیں گے۔ ہم کو اپنی آزادی حاصل کرنے کے لیے چاہیے کہ ہم جیا کہ کہا جاتا ہے کہ خود شیطان سے بھی امداد لیں۔''

جب انگولا کے اندرونی معاملات میں امریکی سامراجیوں، جنوبی افریقی نسل پرستوں اور زائرا اور زیمبیا کے رجعت پرستوں نے بھرپور طریقہ سے مداخلت کردی تو ظاہر ہے کہ ایم پی ایل اے کو بھی بڑے پیمانے پر بیرونی امداد کی ضرورت محسوس ہوئی، روس ویسے بھی ایم پی ایل اے کو ایک لمبی مدت سے امداد مہیا کر رہا تھا لیکن انگولا پر بیرونی حملے کے بعد اور خاص طور پر آزادی کے بعد اس امداد میں خاطر خواہ اضافہ کر دیا گیا۔ امریکہ کے صدر فورڈ نے الزام عائد کیا ہے کہ روس نے ایم پی ایل اے کو ایک ارب روپے کی فوجی اور مالی امداد دی۔ ظاہر ہے کہ صدر فورڈ رقم بڑھا کر بتائیں گے۔ اگر ہم فرض کرلیں کہ یہ رقم صحیح ہے پھر بھی یہ امریکی جنوبی افریقہ، فرانس اور جرمنی کی طرف سے ملک دشمن عناصر کو دی جانے والی رقم کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ اگر ہتھیاروں کو انگولا کی جنگ میں فیصلہ کن ہونا تھا تو پھر جیت

سامراج کے پٹھوؤں کی ہونی چاہئے تھی۔ مسئلہ یہ نہیں تھا کہ سامراجی ایجنٹوں کے پاس اسلحہ کی کمی تھی۔ ساومبی نے خود نیوز ویک (24 نومبر 1975ء) کے نمائندے کو کہا ''اگر ایم پی ایل اے کے پاس دس بروکا ہیں تو میرے پاس بیس ہیں'' انہوں نے یہ بھی بتایا کہ اُن کے پاس بکتر بند گاڑیاں ہیں جنہیں فرانسیسی اور روڈیشی کرائے کے سپاہی چلاتے ہیں۔ ساومبی اور ربراٹو کا مسئلہ یہ تھا کہ وہ عوام کیلئے نہیں بلکہ سامراجیوں کیلئے لڑ رہے تھے۔ ان کی فوجوں میں آزادی کے متوالے نہیں بلکہ غیر ملکی کرائے کے فوجی لڑ رہے تھے۔ خود امریکی رسالے نیوز ویک نے اپنے 17 نومبر اور 24 نومبر 1975ء کے شماروں میں اس بات کی تصدیق کی ہے کہ رابرٹو اور ساومبی کی فوجوں میں کوئی ضابطہ یا ڈسپلن نہیں ہے۔ 22 ستمبر 1975ء کو یونیٹا کے لوگوں نے بینگلا اور نو والسبوا کے درمیان بالومبو نامی گوروں کے گاؤں کے تمام باشندوں کو قتل کردیا جو کہ خود یونیٹا کے حامی تھے۔

اسی طرح رابرٹو نے فروری 1976ء کی شروعات میں بیسیوں انگریز کرایہ کے فوجیوں کو قتل کروا دیا جو اُس کی طرف سے لڑنے کیلئے زائر آئے ہوئے تھے۔ جہاں تک یونیٹا اور ایف این ایل اے کے اُپنے باہمی تعلق کا سوال ہے، سامراجیوں کے کہنے پر انہوں نے متحدہ محاذ بنا تو دیا لیکن وہ آپس میں بھی کُتوں کی طرح لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ جب انہوں نے ہوآمبو میں اپنی نام نہاد حکومت بنائی اور اُس کی تقریبات کیلئے رابرٹو زائر سے پہلی دسمبر کو ہوآمبو پہنچے تو یونیٹا والوں نے ہوائی اڈے کی بجلی ہی گل کر دی تھی اور رابرٹو کو اُلٹے پیروں زائر لوٹ جانا پڑا۔ 22 دسمبر سے ہوآمبو میں یونیٹا اور ایف این ایل اے کے غنڈوں کے درمیان خونریز جھڑپیں ہوئیں۔ جہاں جہاں ان تنظیموں کے لوگوں کو موقع ملا انہوں نے بینکوں، دوکانوں اور لوگوں کے گھروں کو لوٹا۔

اس کے برعکس ایم پی ایل اے کے ڈسپلن کا یہ عالم تھا کہ جب لوآنڈہ میں اُس کے سات سپاہیوں نے نشے میں آکر 12 شہروں کو گولی مار کر ہلاک کر دیا تو ان پر اُس محلّہ کے عوام کے سامنے مقدمہ چلا اور انہیں فائرنگ اسکواڈ کے سامنے کھڑا کر کے گولی مار دی گئی۔

دراصل میدان جنگ میں ایم پی ایل اے کی اصل دشمن فوجیں جنوبی افریقہ اور زائر کی

45.jpg

تھیں، اور اُن کے اسلحہ کے مقابلے میں ایم پی ایل اے کو بھاری اسلحہ کی ضرورت تھی۔

ایم پی ایل اے کو پورا حق تھا کہ جہاں کہیں سے بھی اُسے ہتھیار ملیں وہ بیرونی حملہ آوروں کے خلاف لڑنے کیلئے لیں۔

روسی اسلحہ کے سلسلے میں دوسری ایک عجیب بات کہی جاتی ہے کہ روسی اسلحہ لینے کی وجہ سے ایم پی ایل اے روس کی پٹھو بن جائے گی اور اُس کو انگولا میں اڈے قائم کرنے دیگی، یہ پروپیگنڈہ سامراجیوں کی طرف سے چلایا ہوا ہے اور اس کا اثر فقط ان ملکوں میں ہوتا ہے جہاں کوئی حقیقی انقلابی پارٹی نہ ہو اور جہاں روس یا چین کی چمچہ گیری کو انقلابی سیاست سمجھا جاتا ہے۔ جن ملکوں میں انقلاب آئے ہیں یا جہاں حقیقی انقلابی تحریکیں جاری ہیں وہاں ایسے لغو پرچار کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ اگر اس دلیل میں کوئی صداقت ہوتی تو ہمیں ویت نام کو بھی روس کا پٹھو کہنا پڑتا۔

جہاں تک ایم پی ایل اے کا سوال ہے تو ہم پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ اس تنظیم نے نظریاتی معاملات اور بین الاقوامی تعلقات میں عقیدت پرستی اور فرقہ پرستی سے ہمیشہ پرہیز کیا ہے۔ خانہ جنگی سے پہلے، دوران اور بعد میں اس کے رہنماؤں نے صاف الفاظ میں کہا ہے کہ وہ اپنی غیر جانبداری اور آزادی کو کسی صورت میں بھی قربان نہیں کریں گے۔ دسمبر 1975ء میں یعنی عین اُس وقت جب روس بھاری مقدار میں انگولا کو اسلحہ پہنچا رہا تھا، صدر نیتو نے فرانسیسی اخبار ''لے موند'' کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا:

''محض اس لئے کہ روس ہمیں اسلحہ پہنچا رہا ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہوا کہ ہم روس کے پٹھو بن گئے ہیں ہم کبھی بھی ایسے نہیں تھے۔ ہم نے کبھی بھی روس سے نہیں کہا کہ وہ ہمیں مشورہ دے کر ہم کس طرح سے اپنے ملک کی تعمیر کریں۔''

انقلابی حکومت کے قیام کے فوراً بعد ''افریق آزادی'' کو انٹرویو دیتے ہوئے وزیراعظم لوپوس نسیمیتو نے کہا ''ہم اپنے گھر میں غیر ملکی اڈے نہیں بنانے دیں گے'' پہلی اپریل 1976ء کو جب اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے جنوبی افریقہ کو جارحانہ قرار دیتے ہوئے اُس سے مطالبہ کیا کہ وہ انگولا کو نقصان کا معاوضہ ادا کرے، تو اُس وقت سامراج کے

ایک پٹھو ملک کے نمائندے نے انگولا کے نمائندہ کو غیر ملکی اثر پر واعظ دینے کی کوشش کی۔ انگولا کے نمائندہ نے واضح طور پر کہا کہ اُس کا ملک آزاد اور غیر جانبدار پالیسی پر عمل کریگا اور اپنے ملک میں کسی بھی قسم کا غیر ملکی تسلط برداشت نہیں کریگا۔

درحقیقت ایم پی ایل اے کے بارے میں اس قسم کے شک وشبہات کی کوئی گنجائش ہی نہیں تھی۔ لیکن سامراجیوں نے بدمعاشی کر کے انگولا کے متعلق گمراہ کن افواہیں پھیلائی ہیں۔ خود سامراجیوں اور اخبار نویسوں نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ نظریاتی اور عملی طور پر ایم پی ایل اے ایک ایسی جماعت ہے جو اپنے ملک کی خود مختیاری کو کبھی قربان نہیں کریگی۔ امریکی اخبار کرسچن سائنس مانیٹر نے (6 دسمبر 1975ء) لکھا'

''تجزیہ نگاروں کی رائے میں ایم پی ایل اے کے صدر ڈاکٹر نیتو ایک مارکسی سے زیادہ افریقی قوم پرست ہیں۔ اُن (تجزیہ نگاروں) کا خیال ہے کہ براعظم کے دوسرے تجربات کی روشنی میں انگولا میں روس کے قدم ایک مختصر عرصہ سے زیادہ جمے نہیں رہ سکتے''۔

انگولا کی سماجی ساخت ایسی ہے کہ اُس کی تعمیر نو میں روس کا سماجی تجربہ زیادہ کام نہیں آسکتا۔ انگولا کو اپنی تاریخ، اپنے سماجی حقائق اور اپنے ثقافتی ورثہ کے مطابق انقلابی تبدیلیاں لانی ہونگی جس کا کام ایم پی ایل اے نے ایک مدت سے آزاد علاقوں میں شروع کر دیا تھا۔ موزمبیق اور گنی بساؤ کی طرح انگولا میں بھی انقلابی سوشلزم پر ایک تخلیقی انداز میں عمل کیا جارہا ہے۔ لیکن اگر دوسرے ملکوں سے مقابلہ کرنا ہی ہوا، تو ہم بلا جھجک کہہ سکتے ہیں کہ انگولا کی انقلابی حکمت عملی نسبتاً چین کے تجربہ سے مشابہت رکھتی ہے۔ ہر انقلابی پارٹی کو آزادی ہونی چاہئے کہ وہ اپنے ملک کی تعمیر نو کا کردار خود متعین کرے اور ایک آزاد خارجہ پالیسی پر عمل پیرا ہوسکے۔ پھر ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ ایک پارٹی دوسری پارٹی سے نظریاتی مطابقت رکھتے ہوئے بھی بین الاقوامی پالیسیوں پر اختلاف کرے یا بین الاقوامی راہ عمل پر تضاد ہونے کے باوجود ایک پارٹی دوسری پارٹی سے بغیر کسی تعصب کے نظریاتی طور پر متاثر ہوسکے۔ درحقیقت ایم پی ایل اے ایک ایسی منجھی ہوئی اور سنجیدہ تحریک ہے جو وقتی اختلافات یا دوسری پارٹیوں کی تنگ نظری کی وجہ سے آسانی سے اُن کے خلاف متعصب

46.jpg

نہیں ہو جاتی۔اس کا ثبوت نیویارک ٹائمز (17 دسمبر 1975ء) کی ایک رپورٹ کے اس حصہ سے ملتا ہے:

''جبکہ عوامی تحریک کو روس کی حمایت حاصل ہے لوآنڈہ میں اُس کے کتاب گھر ماؤزے تنگ کی کتابیں فروخت کر رہے ہیں۔ یہ کتابیں اُس وقت بجی ہوئی تھیں جب کنشاسا، زائر میں اُس کے رقیب قومی محاذ کی فوجوں کو چینی تربیت دے رہے تھے''۔

کیوبا کا کردار

ہم نے انگولا کی جدوجہد آزادی کی تاریخ بیان کرتے وقت اُن مشکل حالات کا ذکر کیا ہے جن سے ایم پی ایل اے کو دوچار ہونا پڑا تھا۔ان حالات میں انگولا کی پسماندگی، عام تعلیم اور فنی علم کی کمی اور ہتھیاروں کی قلت کے علاوہ سامراجیوں کی شہ پر زائر اور رابرٹو کی سرگرم مخالفت خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ایم پی ایل اے نے آہستہ آہستہ ان پر غالب آنا شروع کیا تھا اور جنگ میں بھاری ہتھیار استعمال کرنا شروع کئے تھے۔اگر پرتگالی نوآبادیاتی راج طول پکڑتا تو ایم پی ایل اے اپنی رفتار پر اور اپنی منطق کے مطابق ان تمام صلاحیتوں پر عبور حاصل کر لیتی جن کی آگے چل کر گشتی جنگ کے مرحلے میں لازمی طور پر ضرورت پڑتی ہے۔

لیکن پرتگال کا فاشسٹ نظام زیادہ دم نہ پکڑ سکا اور اُس کا خاتمہ اُس وقت ہو گیا جب انگولا کا فقط ایک تہائی اور موزمبیق کا فقط چوتھائی حصہ عوامی فوجوں کی جدوجہد سے آزاد ہوا تھا۔انگولا میں اُس وقت نہ صرف اندرونی دشمن موجود تھا بلکہ سامراجی اور نسل پرست طاقتیں انگولا کو جدید سامراجی لوٹ کھسوٹ کا اڈا بنانے میں تلی ہوئی تھیں۔اگر مقابلہ فقط رابرٹو اور ساومبی کے غنڈہ گردٹولوں سے ہوتا تو ایم پی ایل اے اُن سے اچھی طرح نمٹ سکتی تھی۔ لیکن جیسا کہ ہم نے بتایا کہ زائر اور جنوبی افریقہ نے بھاری ہتھیاروں کے ساتھ انگولا پر حملہ کر دیا۔اس صورت میں ایم پی ایل اے یا تو انہیں ملک پر قبضہ کرنے دیتی اور خود دوبارہ جنگلوں میں جا کر اور بھی طویل چھاپہ مار جنگ کی تیاریاں کرتی یا جارحیت کا فوری مقابلہ

کرنے کیلئے بین الاقوامی مدد مانگتی۔

سامراجیوں نے جگہ جگہ مداخلت کر کے انقلابیوں کو ناکام بنایا ہے جس کی تازہ مثالیں دومینیکن روپبلک اور چلے ہیں اب وہ عمان میں بھی وہی کھیل کھیل رہے ہیں، سامراجیوں کو اس بات کی کھلی چھٹی ہرگز نہیں دی جا سکتی، خاص طور پر اس دور میں جس کو ہم ویت نام کا دور کہہ سکتے ہیں، جس میں انقلاب کی لہر رجعت پرستی پر غالب آ چکی ہے انقلابی قوتوں کو نہ فقط حق ہے بلکہ یہ اُن کا فرض بھی ہے کہ وہ جہاں بھی ممکن ہو سامراجیوں، ذیلی سامراجیوں اور اُن کے پٹھوؤں کی مداخلت کو ناکام بنا دیں۔اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ انقلاب برآمد کیا جائے۔انقلاب برآمد یا درآمد نہیں کیا جا سکتا۔لیکن جب اپنے دیس کی کھیتی میں سے اُبھری ہوئی انقلابی کونپلوں کو سامراجی اپنے خونی ہاتھوں سے مسل دینے کی کوشش کریں تو کوئی اُن کے سر پر ڈنڈا مار کر یہ کہنے والا ہو ''اب نہیں چلے گی تیری غنڈہ گردی'' خود انحصاری کو مشینی طور پر لینا اور سامراج کی جارحیت کے مقابلے میں کہنا کہ ''ہم کہیں سے بھی امداد نہیں لیں گے''۔شرافت نہیں حماقت کو کچلنا چاہتے ہیں تو وہ نہ فقط کھلم کھلا مخالفت کرتے ہیں بلکہ انقلابیوں کی نظریاتی الجھنوں سے فائدہ لیتے ہوئے اُنہیں عوامی جنگ کے تصورات پر مشینی انداز میں سوچنے پر مجبور کرتے ہیں۔ایم پی ایل اے انتہائی مفلسی کے حالات میں غریب عوام کی حمایت سے پل کر بڑی ہوئی تھی اور اُس کی حکمت عملی شروع سے خود انحصاری پر مبنی تھی۔لیکن اُس نے حقیقت پسندی کا دامن نہیں چھوڑا۔

جب انگولا پر جنوبی افریقہ کی طرف سے بھرپور حملہ ہوا تو ایم پی ایل اے کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا کہ وہ بھی اپنے بین الاقوامی دوستوں سے مدد لے۔ایسا نہ کرنے کا مطلب فقط یہی ہو سکتا تھا کہ امریکی سامراج، جنوبی افریقی نسل پرست ذیلی سامراج اور زائر کے پٹھوؤں کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتے جو انگولا کو بانٹ کر کھا جاتے اور رابرٹو، ساومبی اور تاتی جیسے غداروں اور کٹھ پتلیوں کی آڑ میں انگولا کے عوام کی لوٹ کھسوٹ جاری رکھتے۔اس لئے ایم پی ایل اے نے دوست ملکوں سے مدد کی اپیل کی، جس کے جواب میں کیوبا، موزمبیق اور گنی نے اپنے فوجی دستے روانہ کر دیئے اور گنی بساؤ اور کیپ

وردی نے بھی اپنی فوجیں بھیجنے کی پیشکش کی۔لیکن سب سے اہم کردار کیوبا کے دستوں نے انجام دیا۔کیوبا کے رضا کار زیادہ تر بھاری اسلحہ چلانے کے ماہر تھے جنہوں نے ایم پی ایل اے کی اُس کمزوری کو پُر کیا جس سے بیرونی جارحیت پسند پورا پورا فائدہ لینا چاہتے تھے۔ کیوبا کے ماہروں نے ایک تو ایم پی ایل اے کے سپاہیوں کو بھاری اسلحہ کے استعمال کی فوری تربیت دی اور دوسرے جہاں بھی ضرورت پڑی وہاں انہوں نے خود توپیں اور راکٹ وغیرہ چلائے اور پلوں کو اُڑانے میں مدد دی۔انہوں نے ٹینکوں، بکتر بند گاڑیوں اور ٹرکوں کو چلانے میں بھی ہاتھ بٹایا۔لیکن جنگی کارروائیوں پر ایم پی ایل اے کا مکمل ضابطہ رہا اور میدان جنگ میں لڑائی کم و بیش ایم پی ایل اے نے خود لڑی۔انگولا کے انقلاب کے تحفظ کیلئے کیوبا اور دوسرے دوست ملکوں کا وہی کردار رہا ہے جو اسپین کی خانہ جنگی میں تمام یورپ کے انقلابیوں کی شرکت کا یا کوریا کی جنگ میں چین کے رضا کاروں کا تھا۔

کیوبا کو بدنام کرنے میں سامراجیوں کو کیا دلچسپی ہے؟ اس کو سمجھنا بہت آسان ہے کیونکہ نہ فقط امریکہ کی سرحد سے نوے میل دور انقلابی کیوبا کا وجود امریکی سامراج کو کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے بلکہ کیوبا کی انقلابی بین الاقوامیت نے بھی امریکی سامراج کی جارحیت پسندی کی راہ میں روڑے اٹکا دیے ہیں۔کیوبا نے اپنی خارجہ پالیسی میں ہمیشہ کھلے بندوں اور انتہائی خلوص کے ساتھ انقلابی یکجہتی کا مظاہرہ کیا ہے۔اُس نے دنیا کی اکثر سامراج دشمن تحریکوں کی عملی مدد کی ہے جس کی وجہ سے اُسے خود بھی نقصان اٹھانے پڑے ہیں۔

افریقہ کے ساتھ کیوبا کا خون کا رشتہ ہے۔مشترکہ طور پر ظلم برداشت کرنے کا رشتہ ہے، مشترکہ طور پر انقلاب برپا کرنے کا رشتہ ہے، افریقہ کے انقلاب میں کیوبا آج سے سرگرم نہیں ہے۔اُس نے افریقہ کے انقلاب کو ہمیشہ اپنا انقلاب سمجھا ہے۔اس حقیقت کی ترجمانی عظیم افریقی انقلابی ایملکار کیبرال نے 1968ء میں اس طرح سے کی تھی:

''ہم خاص طور پر زور دیتے ہوئے کیوبا کے عوام کی اُن انتھک کوششوں اور قربانیوں کے مشکور ہیں جو انہوں نے ایک چھوٹے سے غریب ملک ہونے کے باوجود اور امریکی اور دوسرے سامراجیوں کی طرف سے ناکہ بندی کے خلاف جدوجہد میں برسرپیکار ہونے

کے باوجود ہماری جدوجہد کو موثر امداد پہنچانے کیلئے دی ہیں۔ہمارے لئے یہ حوصلہ افزائی کا مستقل ذریعہ ہے۔یہ کیوبا کے عوام جنہیں ہم افریقی سمجھتے ہیں کے درمیان یکجہتی کو اور مستحکم کر رہا ہے۔ایسا کہنے کے لئے اتنا کافی ہے کہ ہم اُن تاریخی، سیاسی اور خون کے رشتوں پر نظر ڈالیں جو ہمیں متحد کرتے ہیں''۔

انگولا میں اپنے فوجی بھیجتے وقت کیوبا کے وزیر اعظم فیڈل کاسترو نے بھی ان ہی تاریخی ، سیاسی اور خون کے رشتوں کی بات کی۔انہوں نے کہا کہ اب یہ وقت آ گیا ہے کہ کیوبا اپنے خون کا قرضہ چکائے۔کیوبا کے لئے یہ فیصلہ کرنا کوئی آسان بات نہیں تھی کیونکہ 15 سال سے وہ مسلسل امریکہ کی طرف سے کی ہوئی ناکہ بندی کو توڑنے کی جدوجہد میں لگا ہوا تھا اور اب حالات بہتر ہونے کے امکانات پیدا ہوئے تھے۔ابھی ابھی چند امریکی سینیٹرز نے کیوبا کا دورہ کیا تھا ابھی ابھی کاسترو نے کینیڈا کے وزیر اعظم ترودو کی کیوبا میں مہمان نوازی کی تھی۔تھوڑے ہی دن پہلے کاسترو نے امریکی رسالوں کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا تھا کہ اگر امریکہ کیوبا کی اقتصادی ناکہ بندی ختم کر دے تو امریکہ اور کیوبا کے درمیان سفارتی تعلقات بحال ہو سکتے ہیں۔بڑی مدت کے بعد اور بڑی تگ و دو کے بعد جمود ٹوٹتا ہوا نظر آ رہا تھا۔امریکہ کے ساتھ حالات معمول پر لانا کیوبا کی معیشت کیلئے بے پناہ اہمیت رکھتا ہے۔امریکہ نے اس حقیقت کے پیش نظر ہمیشہ کیوبا کو دبانے اور بلیک میل کرنے کی کوشش کی۔اب یوں نظر آ رہا تھا کہ کیوبا اصولوں پر سودے بازی کئے بغیر اس بڑی رکاوٹ کو دور کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔لیکن جب انگولا میں سامراجیوں نے جارحانہ دخل اندازی کر دی اور ایم پی ایل اے نے کیوبا کو مدد کیلئے اپیل کی تو کیوبا نے اپنے جائز مفادات کو قربان کر کے اپنی عظیم انقلابی بین الاقوامیت کا فرض ادا کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

کیوبا نے انگولا کے انقلاب کے سامراجی حملہ سے بچانے کیلئے جو کردار ادا کیا ہے وہ انقلابی بین الاقوامیت کی تاریخ میں بے غرضی اور قربانی کی درخشاں مثال ہے۔اس عمل کیلئے دنیا بھر کے انقلابیوں کے دلوں میں کیوبا کے لئے عزت اور احترام میں مزید اضافہ

ہوگیا ہے۔

انگولا کے انقلاب کے دفاع میں دوسری انقلابی اور ترقی پسند حکومتوں نے بھی نمایاں کردار ادا کیا ہے جن میں موزمبیق، گنی بساؤ، الجزائر اور عوامی جمہوریہ کانگو کے نام سرفہرست ہیں، موزمبیق کے صدر ساموراماشیل نے کہا:

''ہمیں اور پورے افریقہ والوں کو اچھی طرح سے سمجھ لینا چاہئے کہ افریقی انقلاب کا مستقبل اس وقت انگولا میں متعین ہورہا ہے۔ ایم پی ایل اے ہماری اتحادی تنظیم ہے۔ ماضی میں ہم نے ہمیشہ ایم پی ایل اے کی حمایت کی ہے۔ اب بھی ہم اس کی حمایت کرتے ہیں اور آئندہ بھی اس کی حمایت کرتے رہیں گے۔ یہ فیصلہ نہ تو خودرو ہے اور نہ ہی جذباتی ہے۔ ہمارے درمیان ٹھوس قومی یکجہتی کے تعلقات مشترکہ دشمن کے خلاف طویل جدوجہد کے نتیجے میں پیدا ہوئے ہیں۔ اس کی ایک اور وجہ ایک ہی منزل اور ایک ہی دشمن تھا''۔

اوپر درج کیے ہوئے حقائق اور تجربہ سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ انگولا کی خانہ جنگی کی نوعیت کیا تھی۔ انگولائی فریقین میں سے کون کس چیز کی نمائندگی کرتا تھا، کس نے کس کی مدد کی۔ جارحیت کس نے کی اور بین الاقوامی انقلابی فرض کس نے ادا کیا۔ سامراجی دنیا کو گمراہ کرنے کیلئے کیسی کیسی چالیں چلتے ہیں۔

اب یہ فیصلہ قارئین خود کریں کہ انگولا کا تنازعہ انگولا کے عوام کی سامراجیت اور نسل پرستی کے خلاف جنگ تھی یا ''سپر پاوروں'' کا کھیل اور یہ کہ ان حقائق کی روشنی میں کیا تین تنظیموں کی مخلوط حکومت قائم ہوسکتی تھی

انگولا کی جدوجہد نے ایک مرتبہ پھر ماؤزے تنگ کے مقولے کو صحیح ثابت کردیا ہے کہ'' انقلاب کوئی دعوت طعام نہیں ہے'' انقلاب کے نشیب وفراز، تضادات اور مشکلات کا ہم نے بہت ذکر سنا ہے اور اب ہم نے انگولا کی مثال سے دیکھ لیا کہ ٹھوس اور عملی معنوں میں اس سے کیا مراد ہے۔

انگولا کی آزادی اور جنوبی افریقہ کا مستقبل

ہم اس کتابچہ کی ابتدا میں انگولا کی جغرافیائی اہمیت کا ذکر کرچکے ہیں ہم نے یہ بھی بتایا کہ افریقی براعظم کے جنوبی علاقے میں سامراجیوں، نوآبادیاتیوں اور نسل پرستوں نے سفید اقلیت پسند سلطنت قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس حکمت عملی کی ریڑھ کی ہڈی نسل پرستوں کی نام نہاد جمہوریہ جنوبی افریقہ ہے (جسے عام زبان میں فقط ''جنوبی افریقہ'' کہا جاتا ہے) اور اس میں روڈیشیا (زمبابوے، جنوبی مغربی (نمبیا)، موزمبیق اور انگولا کے علاوہ دوسری مملکتیں شامل تھیں۔ جنوبی افریقہ اور روڈیشیا کے حکمرانوں نے اپنے مفادات کے تحفظ کیلئے انگولا اور موزمبیق کی آزادی کی جدوجہد کو کچلنا لازمی سمجھا۔ لیکن اب جبکہ یہ کوششیں ناکام ہوچکی ہیں اور موزمبیق اور انگولا آزاد ہوچکے ہیں تو اس کا اثر جنوبی افریقی برصغیر کے دوسرے ملکوں کیلئے ہونا لازمی ہے۔

اس لئے انگولا کے انقلاب نے نہ فقط انگولا کے مظلوم عوام کیلئے ایک روشن مستقبل کی راہیں کھول دی ہیں بلکہ اس کی کامیابی کی وجہ سے پورے علاقے کے مظلوم عوام کی نجات کے امکانات روشن ہوگئے ہیں۔ یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ موجودہ دور کے کسی بھی قومی عوامی انقلاب کا فوری طور پر اپنے علاقے پر اتنا اثر نہیں ہوا ہے جتنا انگولا کا برصغیر جنوبی افریقہ پر ہوگا۔ اس لئے بھی انگولا کے انقلاب کو سمجھنا اور اسے جائز اہمیت دینا ضروری ہے۔ آیئے ہم ایک بار پھر جنوبی افریقہ کے نقشہ پر ایک نظر ڈالیں۔

جمہوریہ جنوبی افریقہ

اس علاقے میں فتنہ کی جڑ نام نہاد جمہوریہ، جنوبی افریقہ ہے۔ اس مملکت کا قیام 1910ء میں برطانوی پارلیمان کے ایک فیصلے کے تحت ہوا تھا۔ یہ حکومت شروع ہی سے انگریز اور ڈچ گورے آبادکاروں کی حکومت تھی۔ انہوں نے گذروبسر کے تمام ذریعوں پر قبضہ کرکے وہاں کے عوام کو اپنی جائیداد اور تمام حقوق سے محروم کرکے مخصوص چند علاقوں

میں دھکیل دیا۔ نسلی امتیاز، جبر، تشدد اور بلاروک ٹوک لوٹ مار کو جائز حیثیت دینے کیلئے 1948ء میں سرکاری طور پر ''اپارتھائڈ'' میں نسلی علیحدگی کو مملکت کا سنگ بنیاد بنایا گیا۔ اس ملک میں افریقی عوام پر جو مظالم ہورہے ہیں اُس کی ایک لمبی داستان ہے۔ لیکن مختصر الفاظ میں یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ انہیں سرکاری طور پر تمام انسانی حقوق سے محروم رکھا گیا ہے۔ اس ملک میں رہائش، کام، تفریح اور دوسری باتوں میں گوروں اور کالوں کو الگ رکھا گیا ہے۔ کالوں کو فقط گوروں کی غلامی کرنے کا اور ظلم برداشت کرنے کا حق ہے اس ملک کی دوکروڑ آبادی میں گوروں کا تناسب 20 فیصد ہے لیکن اس کی تمام دولت گوروں کے ہاتھوں میں ہے اور اس کی ''جمہوریت'' میں فقط گوروں کو حکومت کرنے کا حق ہے۔ نسل پرستی کی بنیاد پر قائم کی ہوئی یہ مملکت حقیقی معنوں میں فاشسٹ ہے۔ اس نے جدید ترین ہتھیاروں سے لیس فوج اور پولیس کے ذریعہ عوام میں خوف وہراس کی لہر پھیلائی ہوئی ہے۔

''جنوبی افریقہ' کی نسل پرست پالیسی کے خلاف اقوام متحدہ نے کئی قراردادیں منظور کی ہیں اور عملی اقدام کی سفارش کی ہے لیکن امریکہ اور دوسری سامراجی طاقتوں نے انہیں ناکام بنادیا ہے یہ ملک امریکی براعظم میں امریکہ کا اسرائیل ہے۔ یہاں نہ فقط امریکی سرمایہ داروں کے معاشی مفادات ٹکے ہوئے ہیں بلکہ سیاسی طور پر امریکہ اس فاشسٹ مملکت کے ذریعے پورے برصغیر جنوبی افریقہ میں لوٹ کھسوٹ کے نظام کو زندہ رکھنا چاہتا ہے۔

اس ملک کے عوام قانونی اور غیر قانونی طریقوں سے نسل پرست حکومت کے خلاف جدوجہد کرتے رہے ہیں۔ اب تک اس جدوجہد کا مقصد کالے لوگوں کیلئے بنیادی انسانی حقوق حاصل کرنا اور نسلی امتیاز کو ختم کرنا رہا ہے اور قوم پرست جماعت افریقی قومی کونسل کا کردار زیادہ تر قانونی اور اصلاح پسند رہا ہے۔ یہاں اب تک کوئی باقاعدہ چھاپہ مار جنگ شروع نہیں ہوئی ہے۔

روڈیشیا یا زمبابوے

''جمہوریہ جنوبی افریقہ'' کے بعد روڈیشیا گوری اقلیت پرستی کا اڈا ہے۔ اس ملک کو

وہاں کے افریقی عوام زمبابوے کہتے ہیں۔ یہ برطانیہ کی نوآبادی تھی مگر 1965ء میں ایئن اسمتھ کی قیادت میں گوروں نے یک طرفہ آزادی کا اعلان کرکے سفید فام اقلیتی حکومت قائم کردی۔ برطانیہ نے اس حرکت کی زبانی مخالفت کی مگر عالمی طور پر کچھ بھی نہیں کیا۔ زمبابوے کی تقریباً 5 لاکھ آبادی میں فقط تین لاکھ کے قریب گورے آبادکار ہیں۔ یہ بھی اس ملک میں ''جنوبی افریقہ'' کی طرح نسل پرست اقلیتی نظام رائج کئے ہوئے ہیں۔

اس حکومت کو غیر قانونی قرار دیتے ہوئے اقوام متحدہ نے 1968ء میں اس کے ساتھ تجارت کرنے پر پابندی عائد کردی۔ لیکن جنوبی افریقہ اور موزمبیق میں پرتگالی نوآبادیاتی انتظامیہ نے اس پابندی کی باقاعدہ مخالفت کی اور امریکہ اور دوسرے سرمایہ دار ملکوں نے بھی خلاف ورزی کی۔ یہاں کے عوام بھی مختلف طریقوں سے اکثریتی راج یا آزادی کیلئے جدوجہد کرتے رہے ہیں۔ قوم پرست تنظیموں میں زاپو اور زانو زیادہ مشہور ہیں جو اب مل کر افریقی قومی کونسل کہلاتے ہیں۔ ان قوم پرست جماعتوں نے کچھ عرصہ کیلئے چھاپہ مار جنگ چلائی تھی، لیکن ان کا رجحان بھی زیادہ تر قانونی اور اصلاح پسند رہا ہے۔

نمیبیا

جنوبی مغربی افریقہ جرمنی کی نوآبادی تھا جسے اُس نے 1915ء میں ''جنوبی افریقہ'' کے حوالے کردیا۔ کہ وہ اس ملک کا نظام ونسق چلائے۔ لیکن اُس نے اس کو اپنی نوآبادی بنا کر گورے لوگوں کو آباد کرنا شروع کیا اور وہی نسل پرست، اقلیتی نظام قائم کیا۔ 1968ء میں اقوام متحدہ نے وہاں کے عوام کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے اس ملک کا نام بدل کر نمیبیا کردیا اور جنوبی افریقہ کے ایک کمیشن کے حوالے کردیا جو آگے چل کر اُسے آزادی دیدے۔ جنوبی افریقہ نسل پرستوں نے اقوام متحدہ کی قراردادوں کی سختی سے مخالفت کی۔ اور نمیبیا کو خالی کرنے سے انکار کردیا ہے۔

نمیبیا کی آبادی لگ بھگ ساڑھے چھ لاکھ ہے جس میں تقریباً ایک لاکھ جنوبی افریقہ گورے آبادکار ہیں۔ یہاں 22 اگست 1966ء سے جنوبی افریقہ کی عوامی تنظیم (سواپو)

کی زیرِ قیادت آزادی کی چھاپہ مار جنگ چل رہی ہے۔

برصغیر جنوبی افریقہ میں گورے نسل پرست اقتدار کے دائرے میں تین اور ملک سواری لینڈ، لیسر تھو اور بوٹسوانا آتے ہیں جہاں بظاہر کالی اکثریتی حکومتیں ہیں لیکن عملی طور پر یہ ”جنوبی افریقہ“ کی حکومت کے تابع ہیں۔ ان میں سے فقط بوٹسوانا نے حال میں کچھ آزاد پالیسی اختیار کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور ملک ملاوی ہے جس کا صدر رجعت پرست ڈاکٹر بانڈہ گورے نسل پرستوں کے ساتھ ملا ہوا ہے

گورے نسل پرست اقتدار کے دائرے سے باہر موبوتو کی قیادت میں زائر کا کردار ایسا رہا ہے جس سے نسل پرستوں کو تقویت ملتی ہے۔ زیمبیا کے صدر کاؤنڈا کا کردار بھی کافی رجعت پرست رہا ہے۔ یہ دونوں حضرات برصغیر جنوبی افریقہ میں انقلابی لہر سے لرزے ہوئے ہیں کیونکہ انہیں یہ خطرہ ہے کہ کہیں یہ لہر ان کے ملکوں میں سامراج پرست افسر شاہی، فوج اور درمیانے طبقے کی حکومتوں کو نہ ڈبو دے۔

نسل پرستی کیلئے موت کا پیغام

اگر جمہوریہ جنوبی افریقہ گورے نسل پرست اقلیتی نظام کا مرکز تھا تو موزمبیق اور انگولا میں پرتگالی نو آبادیاتی راج اُس کا حفاظتی بند تھا۔ اس بند میں پہلا شگاف موزمبیق میں انقلابی جماعت فریلیمو کے برسر اقتدار آنے سے پڑا۔ لیکن موزمبیق کی معیشت جنوبی افریقہ کے رحم و کرم پر تھی۔ اس کی کم از کم آدھی آمدنی جنوبی افریقہ سے آتی تھی جو اس کی بندرگاہیں اور ریلوے استعمال کرتا تھا اور جہاں اُس کے ڈیڑھ لاکھ مزدور کام کرتے تھے۔ انگولا میں رجعت پرست تنظیموں کی فتح کی صورت میں جنوبی افریقہ کی موزمبیق کے انقلاب کا گلا گھونٹنے کی کوشش میں ہمت افزائی ہوئی۔ اس نے انگولا میں ایم پی ایل اے کی فتح موزمبیق کے انقلاب کی سلامتی اور بقاء کیلئے لازمی تھی۔

انگولا میں ایم پی ایل اے کی جیت برصغیر جنوبی افریقہ میں نسل پرست اقلیتی راج کیلئے موت کا پیغام ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ جس روز انگولا میں

رجعت پرستوں اور غیر ملکی حملہ آوروں کی شکست یقینی ہوگئی اُس روز سے سامراجی اخباروں نے انگولا کو چھوڑ کر نمیبیا اور روڈیشیا (زمبابوے) کی سرخیاں لگانا شروع کردیں۔ امریکہ اور برطانیہ نے ایئن اسمتھ پر دباؤ ڈالنا شروع کردیا کہ وہ روڈیشیا میں اکثریتی حکومت قائم کرلے ورنہ انجام موزمبیق اور انگولا کی طرح کا انقلاب ہوگا۔ زیمبیا کے صدر کاؤنڈا نے خونریزی کے متعلق چلانا شروع کردیا۔ جنوبی افریقہ کے وزیر اعظم فورسٹر، جن کو اپنی جان کی فکر پڑی ہوئی ہے، نے بھی ایئن اسمتھ کو ہری جھنڈی دکھادی ہے روڈیشیا کے گوروں میں اب ایسی افراتفری مچی ہوئی ہے کہ ہزاروں ملک چھوڑ کر جنوبی افریقہ اور دوسرے ملکوں کا رخ کررہے ہیں۔ برطانیہ میں اب سے بڑے پیمانے پر روڈیشی گوروں کو آباد کرنے کے انتظامات پر غور و خوض ہو رہا ہے۔

فریلیمو کی زیرِ قیادت موزمبیق نے اپنا انقلابی فرض انجام دیتے ہوئے زمبابوے میں چھاپہ مار جنگ کرنے کیلئے بھیجنا شروع کردیا ہے۔ روڈیشیا کی غیر قانونی حکومت کا گلا گھونٹنے کیلئے اُس نے اقوام متحدہ کی طرف سے عائد کی ہوئی روڈیشیا کے خلاف معاشی پابندی نافذ کردی ہے اور اُسے اپنی بندرگاہیں استعمال کرنے سے روک دیا ہے۔

اُدھر انگولا میں فریلیمو کی برادر جماعت ایم پی ایل اے نے نمیبیا اور زمبابوے کی جدوجہد آزادی کی مکمل حمایت کا اعلان کردیا ہے۔ صدر نیتو نے کہا:

”ہم اپنے آپ کو فقط اپنی آزادی تک محدود نہیں کرسکتے۔ ہمارے عوام افریقہ کے پہلے لوگ ہیں جنہوں نے جنوبی افریقہ کی فوجوں کے ساتھ جنگ کی ہے، اب ہم اپنے عمل کو نمیبیا اور روڈیشیا کی آزادی کیلئے لاگو کریں گے جن پر اس وقت نسل پرستوں کا قبضہ ہے اور یہ آزادی فقط مسلح جدوجہد کے ذریعہ حاصل ہوگی“۔

سامراجیوں نے کیوبا کی مداخلت کے متعلق اس وقت جو پروپیگنڈہ مہم چلائی ہوئی ہے اُس کا مقصد فقط کیوبا کو تنبیہ کرنا ہے بلکہ موزمبیق کو ڈرانا دھمکانا ہے تاکہ وہ زمبابوے کی آزادی کی جدوجہد کی حمایت کرنے سے گریز کرے۔ مگر فریلیمو کے زیر اثر زمبابوے میں انقلابی عمل تیز ہوگیا ہے انگولا میں شکست کھانے کے بعد سامراجی حکومت کو بچانے کیلئے

شاید اُسی قسم کی مداخلت نہ کریں لیکن یہ یقینی بات ہے کہ وہ اسمتھ پر زور ڈال کر اُسے مجبور کریں گے کہ وہ انکمو جیسے مفاہمت پسند لوگوں کے زیرِ قیادت ایک ایسی ”اکثریتی“ حکومت قائم کردے جس سے سامراجی مفادات برقرار رہیں اور گوروں کے مستقل مفادات کو بھی زیادہ ٹھیس نہ پہنچے۔

زمبابوے اور نمیبیا کی آزادی کے بعد یقینی طور پر نسل پرستی اور فاشزم کے قلعہ ”جمہوریہ جنوبی افریقہ“ کی دیواریں بھی گریں گی۔ آج سے ایک ڈیڑھ سال پہلے تک یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس نسل پرست مملکت کو کوئی ٹھیس نہیں پہنچا سکتا افریقی عوام اپنے گورے آقاؤں سے زیادہ سے زیادہ چند مراعات کی توقع رکھ سکتے تھے لیکن اب انگولا کے انقلاب نے لوگوں کے ذہنوں کو بدل دیا ہے اور عنقریب برصغیر جنوبی افریقہ کے نقشے کو بھی بدل دے گا۔ ایم پی ایل اے کی فتح سے نہ فقط انگولا کی تاریخ میں ایک تاریک باب کا اختتام ہوتا ہے بلکہ پورے جنوبی افریقہ میں ایک نئے انقلابی باب کی ابتدا ہوتی ہے۔

☆......☆......☆

انگولا میں سی۔ آئی۔ اے کی جارحیت

اپریل 1974ء میں ایک فوجی انقلاب کے ذریعے پرتگال میں چالیس سالہ فاشی آمریت کا خاتمہ کردیا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ پرتگال کی نو آبادیاتی جنگوں کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ گنی بساؤ کے یکطرفہ اعلانِ آزادی کو تسلیم کرلیا گیا اور موزمبیق میں اقتدار 25 جون 1975ء کو تحریکِ آزادی فریلیمو کے حوالے کردیا گیا لیکن انگولا میں تین مختلف تنظیمیں انگولا کے عوام کی نمائندگی کی دعویدار تھیں۔ یہ تنظیمیں مخلوط حکومت بنانے میں ناکام ہوگئیں، انگولا میں خانہ جنگی چھڑ گئی اور بڑے پیمانے پر بیرونی مداخلت شروع ہوگئی۔ جنوبی افریقہ کی نسل پرست حکومت، زائر کی سامراج نواز موبوتو حکومت، پرتگالی فوج کے سفید نسل پرست فوجیوں اور یورپ و امریکہ سے بھرتی کیے ہوئے کرائے کے فوجیوں نے رجعت پسند ایف۔ این۔ ایل۔ اے اور یونیتا تنظیموں کی طرف سے باقاعدہ فوجی کارروائی کی، جبکہ کیوبا کے رضاکاروں نے انقلابی تنظیم ایم۔ پی۔ ایل۔ اے کی براہ راست مدد کی۔ روس نے ایم۔ پی۔ ایل۔ اے کی سیاسی پشت پناہی کرنے کے علاوہ فوجی سامان بھی مہیا کیا، جبکہ امریکہ نے رجعت پسند تنظیموں کی نہ صرف سیاسی و فوجی اعانت کی بلکہ اس کی سازشی تنظیم سی۔ آئی۔ اے کی نگرانی میں ہی رجعت پسند تنظیموں نے اپنی فوجی کارروائیاں کیں۔ انگولا کی خانہ جنگی جو کہ یوم آزادی 11 نومبر 1975ء کے بعد شدت اختیار کرگئی تھی، فروری 1976ء میں جا کر اختتام پذیر ہوئی اور انقلابی تنظیم ایم۔ پی۔ ایل۔ اے کو دشمنوں پر مکمل فتح حاصل ہوئی۔

انگولا کے داخلی معاملات میں سی۔ آئی۔ اے کی مداخلت کے متعلق حقائق، خانہ جنگی کے دوران ہی منظر عام پر آچکے تھے۔ متعدد امریکی سینیٹروں، ایوان نمائندگان کے ممبروں اور اخبارات نے سی۔ آئی۔ اے کی مداخلت کا پردہ چاک کردیا تھا۔ اب انگولا میں سی۔ آئی۔ اے کی سرگرمیوں کی تفصیلی کہانی اس شخص نے قلم بند کرکے شائع کردی ہے جو انگولا میں سی۔ آئی۔ اے کی ٹاسک فورس کا سربراہ تھا۔

سی۔آئی۔اے کے آپریٹر جان اسٹاک ویل (Jan Stockwell) کی کتاب 'ان سرچ آف اینیمیز' (In Search of Enemies) یعنی 'دشمنوں کی تلاش میں'، نے ان تمام حقائق کی تصدیق کردی ہے جو دوران خانہ جنگی منظر عام پر آگئے تھے۔ اس لحاظ سے اس کتاب نے کوئی نیا انکشاف نہیں کیا۔ تاہم یہ کتاب اس لیے اہم اور دلچسپ ہے کہ (1) انگولا میں سی۔آئی۔اے کے رول کی تصدیق خود اس کی انگولا ٹاسک فورس کے سربراہ نے کی ہے۔ (2) اس جامع جائزے میں سی۔آئی۔اے کے انگولا میں ملوث ہونے اور روزمرہ کے آپریشنز کی وہ چشم دید تفصیلات پیش کی گئی ہیں جو پہلے دستیاب نہ تھیں۔

جان اسٹاک ویل نے ویتنام سے اپنی واپسی اور انگولا ٹاسک فورس میں شمولیت سے لے کر انگولا میں سامراجی سازش کی ناکامی تک کے عرصے میں ہونے والے واقعات اور سی۔آئی۔اے کی سرگرمیوں کی تفصیلی کارروائی پیش کی ہے لیکن انگولا ٹاسک فورس کے قیام سے قبل انگولا کے معاملات میں سی۔آئی۔اے کی مداخلت کے بارے میں بہت کم لکھا۔ مثلاً امریکی اخبارات نے اس بات کا انکشاف کیا تھا کہ ایف۔این۔ایل۔اے کے سربراہ ہولڈن رابرٹو 1962ء سے لے کر سی۔آئی۔اے کے باقاعدہ تنخواہ دار تھے اور یہ کہ 1969ء میں جب صدر نکسن نے پرتگالی حکمرانوں کی خوشنودی کی خاطر ان کی تنظیم کی براہ راست امداد بند کردی تھی تو انہیں دس ہزار ڈالر سالانہ کی تنخواہ پر سی۔آئی۔اے کا ملازم رہنے دیا مگر جان اسٹاک ویل نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ البتہ اس نے کتاب کے ضمیمے میں یہ ضرور درج کیا ہے کہ سی۔آئی۔اے نے نگران کمیٹی کی منظوری کے بغیر ہی جولائی 1974ء میں رابرٹو کی مالی امداد شروع کردی تھی اور حکومتی اداروں میں ایف۔این۔ایل۔اے کے حق میں مہم جاری کردی تھی۔

انگولا میں سی۔آئی۔اے کی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے اسٹاک ویل لکھتا ہے کہ سراغ رسانی اور خفیہ کارروائیوں کے اعلیٰ ادارے 'بم کمیٹی'، نے، جو سی۔آئی۔اے کی نگرانی کرتی ہے، وزیر خارجہ ہینری کسنجر، کی صدارت میں جنوری 1975ء میں رابرٹو کو تین لاکھ ڈالر کی رقم دینے کا فیصلہ کیا۔ فروری میں رابرٹو کی تنظیم نے دارالحکومت لوانڈا میں ایم۔پی۔

53.jpg

ایل۔اے کے سپاہیوں اور حامیوں پر حملہ کر کے انگولا میں پر امن تصفیے کے امکانات ختم کردیے۔ مارچ میں سی۔آئی۔اے نے لوانڈا میں اپنا اسٹیشن دوبارہ قائم کیا جو کئی سالوں سے بند پڑا ہوا تھا۔ جولائی میں انگولا میں باقاعدہ مداخلت کرنے کی غرض سے سی۔آئی۔اے نے ایک ٹاسک فورس قائم کیا جس کا سربراہ مصنف اسٹاک ویل کو مقرر کیا گیا۔ ابتدائی طور پر اس ٹاسک فورس کے لئے بم کمیٹی نے ایک کروڑ چالیس لاکھ ڈالر کی رقم منظور کی اور اس آپریشن کا مقصد 'ایم۔پی۔ایل۔اے کو ستی فتح سے محروم کرنا، بتایا گیا۔ یعنی ایم۔پی۔ایل۔اے کو شکست دینا تو مشکل ہے لیکن اسے اتنا تنگ کیا جائے اور اتنا نقصان پہنچایا جائے کہ انگولا کے عوام اپنی آزادی کی خوشیاں منانے کے بجائے قتلِ عام اور تباہ کاری کا ماتم کرتے رہ جائیں۔ اس پروگرام کا نام 'آپریشن آئی۔اے۔فیچر' رکھا گیا۔ سی۔آئی۔اے کی کارروائیاں زائر کے دارالحکومت کنشاسا اور زیمبیا کے دارالحکومت لوساکا میں سی۔آئی۔اے کے اسٹیشنوں کے ذریعہ عمل میں لایا گیا اور اس کام میں اسے زائر کے صدر موبوتو اور زیمبیا کے صدر کاؤنڈا کا بھرپور تعاون حاصل تھا۔ رابرٹو کنشاسا اسٹیشن کے ذریعے اور ساومبی لوساکا اسٹیشن کے ذریعے سی۔آئی۔اے کے ساتھ رابطے میں رہے۔ جان اسٹاک ویل نے خود جا کر ان دونوں غداروں کے ساتھ ملاقات کی اور ان کے ساتھ تصویریں کھنچوائیں جو اس کتاب میں شائع کی گئی ہیں۔

رابرٹو اور ساومبی کو ملنے والی سی۔آئی۔اے کی امداد نہ صرف اسلحہ، ٹرانسپورٹیشن، سازو سامان اور نقدی پر مشتمل تھی بلکہ ان کی فوجی کارروائیوں کی منصوبہ بندی اور میدانِ جنگ میں آپریشن بھی سی۔آئی۔اے کی نگرانی میں ہوئے۔ کتاب کے ضمیمے میں ان دو تنظیموں کو ملنے والے اسلحے و سامان کی اقسام و تعداد کی مکمل فہرستیں بھی شائع کی گئی ہیں۔ اس اسلحے اور میدان میں سی۔آئی۔اے کی کارروائیوں پر کل 3 کروڑ 17 لاکھ ڈالر کی رقم خرچ ہوئی۔ سی۔آئی۔اے کے آپریٹرز کی تنخواہیں اور ہیڈکوارٹر پر انگولا کے سلسلے میں خرچ ہونے والی رقم اس بجٹ میں شامل نہیں ہے۔ بجٹ کے آخری 48 لاکھ ڈالر جنگ ختم ہونے کے بعد ادا کیے گئے۔ اس میں واجب الادا بلوں کے علاوہ رابرٹو کے لئے 8 لاکھ 36 ہزار ڈالر کا معاوضہ اور

ساومبی کے لئے 5 لاکھ 40 ہزار 7 سو ڈالر کی رقم بھی شامل ہے جو انہیں اپنی تخریبی سرگرمیاں جاری رکھنے کے لئے دی گئیں۔

جان اسٹاک ویل نے یہ بھی بتایا ہے کہ سی۔آئی۔اے کے اس وقت کے سربراہ ولیم کولبی نے قومی سلامتی کونسل سے کہا کہ انگولا میں جنگ جیتنے کے لئے دس کروڑ ڈالر درکار ہوں گے، لیکن یہ رقم اتنی بڑی تھی کہ اسے کانگریس سے پوشیدہ رکھنا ناممکن تھا جبکہ کانگریس کے دونوں ایوان اس وقت سی۔آئی۔اے کی سرگرمیوں اور مالی معاملات کی تفتیش کر رہے تھے۔ تاہم یہ واضح ہو چکا ہے کہ نہ صرف کانگریس انگولا آپریشن سے ناواقف نہ تھی بلکہ سی۔آئی۔اے نے اس آپریشن پر درحقیقت 3 کروڑ 17 لاکھ ڈالر سے بہت زیادہ رقم خرچ کی۔

جان اسٹاک ویل نے جن سیاسی حقائق کا انکشاف کیا ہے ان سے بھی امریکی سامراج کی جارحیت اور دروغ گوئی کی قلعی کھلتی ہے۔ امریکی سامراج تیسری دنیا کے ممالک میں اپنی جارحانہ مداخلت کا جواز پیش کرنے کے لئے عام طور پر یہ بہانہ بناتا ہے کہ وہ سیاسی استحکام برقرار رکھنے یا روسی اور دیگر کمیونسٹ ملکوں کی 'جارحیت' کا مقابلہ کرنے کی غرض سے مداخلت کرتا ہے۔ انگولا میں بھی اس نے اسی قسم کے بہانوں کا سہارا لیا تھا لیکن اسٹاک ویل کے پیش کردہ حقائق سے اس کے اس موقف کی نفی ہوتی ہے۔ ہم نمونے کے طور پر اس کتاب میں درج چند حقائق یہاں بیان کرتے ہیں۔

☆ لوانڈا میں مقیم امریکی کونسل جنرل کا اندازہ تھا کہ صرف ایم۔پی۔ایل۔اے ہی حکومت کرنے کی اہل ہے۔

☆ رابرٹو نے فروری 1975ء میں لوانڈا میں ایم۔پی۔ایل۔اے والوں کا قتل عام کر کے مخلوط حکومت کو ناکام بنایا اور ایم۔پی۔ایل۔اے کو جوابی کارروائی پر مجبور کیا جس کے نتیجے میں ایف۔این۔ایل۔اے اور یونیتا کو لانڈا سے باہر نکال دیا گیا اور خانہ جنگی چھڑ گئی۔

☆ خانہ جنگی میں ایم۔پی۔ایل۔اے کو واضح برتری حاصل تھی۔ اگست 1975ء

میں 15 صوبوں میں سے 12 ایم۔پی۔ایل۔اے کے قبضے میں تھے۔ یہ صورتحال صرف اس وقت تبدیل ہوئی جب سی۔آئی۔اے نے یونیتا اور ایف۔این۔ایل۔اے کی طرف سے بڑے پیمانے پر مداخلت شروع کردی۔

☆ سوویت یونین نے امریکی مداخلت شروع ہو جانے کے بعد ہی مارچ 1975ء سے بڑے پیمانے پر ایم۔پی۔ایل۔اے کو ہتھیار فراہم کرنا شروع کیے۔

☆ زائر کی باقاعدہ فوجیں رابرٹو کی طرف سے جولائی سے ہی لڑ رہی تھیں اور اس کے طیارے سی۔آئی۔اے کا دیا ہوا اسلحہ انگولا میں رابرٹو کے کیمپوں تک پہنچا رہے تھے۔

☆ جنوبی افریقہ کی گوری نسل پرست فوج یونیتا کی امداد سے اکتوبر میں انگولا کے اندر گھس آئی اور شمال تک چڑھائی کرتی گئی۔ جنوبی افریقہ اور سی۔آئی۔اے کا میدان میں اشتراک موجود تھا۔

☆ کیوبا کی فوجیں اکتوبر میں اس وقت ایم۔پی۔ایل۔اے کے حق میں انگولا پہنچیں جس وقت رجعت پسند تنظیموں کی طرف سے بیرونی مداخلت پہلے ہی انتہا پر پہنچ چکی تھی۔

☆ کیوبا نے روس کی ایماء پر نہیں بلکہ اپنی بین الاقوامی یکجہتی کا مظاہرہ کرنے کی غرض سے ایم۔پی۔ایل۔اے کی عسکری امداد کی تھی۔

☆ ستمبر میں ایم۔پی۔ایل۔اے نے ایف۔این۔ایل۔اے اور یونیتا کے ساتھ مفاہمت کرنے کی دوبارہ کوشش کی، لیکن ان دو تنظیموں کو سی۔آئی۔اے نے ایسا کرنے سے روکا۔

☆ ایف۔این۔ایل۔اے اور یونیتا کے لئے گورے کرائے کے سپاہیوں کی بھرتی بھی سی۔آئی۔اے نے کی تھی۔

☆ شہریوں کے ساتھ کیوبا کے سپاہیوں کے ظالمانہ رویے کی خبریں سی۔آئی۔اے نے گھڑ کر مشہور کی تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یونیتا نے کیوبا کے سپاہیوں کے ساتھ ظالمانہ طرزِ عمل روا رکھا۔

54.jpg

جان اسٹاک ویل کی کتاب ان لوگوں کے لئے کوئی چونکا دینے والا انکشاف نہیں کرتی جو شروع ہی سے انگولا کے تنازعے کا معروضی طور پر مشاہدہ کرر ہے تھے۔ البتہ یہ ان نام نہاد ترقی پسندوں کے منہ پر ایک طمانچہ ہے جو ایم۔ پی۔ ایل۔ اے، کیوبا اور روس کی مذمت کرکے اور 'تینوں تنظیموں کی یکساں حیثیت' کی آڑ لے کر سی۔ آئی۔ اے کی پروردہ جماعتوں کی طرفداری کرر ہے تھے اور سی۔ آئی۔ اے کی تخریب کاری کو حق بجانب قرار دے رہے تھے۔

☆☆☆

آگیستینیو نیتو کا انتقال پُر ملال

11 ستمبر 1979ء کو انگولا کے صدر آگیستینیو نیتو کا ماسکو میں انتقال ہوگیا۔ آگیستینیو نیتو اپنے ملک کی تحریک آزادی کے سربراہ، پہلے صدر مملکت اور تیسری دنیا کے انتہائی اہم مدبر و رہنما ہونے کے علاوہ ایک بہت اچھے شاعر تھے۔ ان کی ناگہانی موت سے دنیا بھر کی حریت پسند، سامراج دشمن اور ترقی پسند قوتوں کو شدید صدمہ پہنچا ہے۔ ان کی موت نے پسماندہ اور مظلوم قوموں اور طبقوں کو ان کے ایک ایسے قائد سے محروم کردیا جو ان کے لئے عزم، خود اعتمادی، دلیری اور فتحیابی کی علامت تھے۔

آگیستینیو نیتو 1922ء میں لُوآندہ صوبے میں بینگو نامی گاؤں میں پیدا ہوئے تھے۔ وہ ان مٹھی بھر خوش نصیب انگولائیوں میں تھے جنہیں پرتگال جاکر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملا۔ ایسے لوگ زیادہ تر کالے صاحب بننے کی فکر میں رہتے تھے لیکن آگیستینیو نیتو کو اپنے ملک کی غلامی اور اپنے عوام کی بدحالی کا بہت احساس تھا۔ چنانچہ پرتگال میں جب وہ ڈاکٹر بننے کے لئے تعلیم حاصل کرر ہے تھے، ان کا تعلق پرتگالی ترقی پسندوں کے ساتھ پیدا ہوگیا جو کہ پرتگال میں سالازاد کی فاشسٹ آمریت کے خاتمے اور پرتگالی نوآبادیوں کی آزادی کے لئے جدوجہد کرر ہے تھے۔ ان کی طرح ان کے دو اور ہم وطن ماریودی آندداد اور فرانسسکو تنزیرو اور گنی بساؤ کے ایک طالب علم اسمیلکار کیبرال بھی اس خفیہ تحریک میں شامل تھے۔ ماریودی آندداد ایک معروف ادبی نقاد اور انگولا کی تحریک آزادی کے ایک اہم رہنما کے طور پر ابھرے۔ تنزیرو کا 1963ء میں انتقال ہوگیا۔ ایملکار کیبرال گنی بساؤ کی تحریک آزادی کے سربراہ اور ایک عظیم سیاسی مفکر کی حیثیت سے مشہور ہوئے اور 1973ء میں ان کو قتل کردیا گیا۔

آگیستینیو نیتو کو ان کی سیاسی سرگرمیوں کی وجہ سے پرتگالی حکام نے پہلے 1951ء میں اور پھر 1955ء میں گرفتار کرلیا۔ 1956ء میں جب انگولا کی تحریک آزادی کی تنظیم ایم۔ پی۔ ایل۔ اے کی بنیاد ڈالی گئی تو اس میں نیتو اور کیبرال نے اہم کردار انجام دیا۔

ایلید و مچادو کو اس تنظیم کا پہلا صدر منتخب کیا گیا۔ ڈاکٹر نیتو 1959ء میں ایسے وقت پر وطن واپس آئے جب ہمسایہ ملک کانگو (زائر) کو آزادی ملنے کی وجہ سے انگولا میں بھی ہلچل جاری ہوگئی تھی۔ ڈاکٹر نیتو نے دارالحکومت لُوآندہ میں اپنا مطب قائم کیا اور مریضوں کا علاج کرنے کے ساتھ ساتھ خفیہ طور پر تحریک آزادی میں بھی سرگرم رہے۔ حکام نے انہیں جون 1960ء میں گرفتار کرکے پہلے تین ماہ کے لیے نظر بند کیا اور پھر انہیں کیپ وردی جزیرے میں لے جاکر قید کردیا۔ ان کی گرفتاری پر شدید غم و غصے کا اظہار ہوا۔ حکام نے احتجاج کرنے والوں پر گولیاں برسا کر 30 افراد کو ہلاک اور 200 کو زخمی کردیا۔ اس واقعے کے بعد جدوجہد آزادی میں ایک بہت بڑا اُبھار پیدا ہوا۔

ڈاکٹر نیتو 1962ء کو خزاں میں قید سے فرار ہوکر کانگو کے دارالحکومت لیوپوٹول (اب کنشاں) پہنچے جہاں ایم۔ پی۔ ایل۔ اے نے گنی (گونیکری) سے منتقل ہوکر اپنا اپنا صدر دفتر قائم کیا تھا۔ یہاں بیٹھ کر اس نے شمالی انگولا میں مسلح جدوجہد شروع کی تھی لیکن کانگو کے حکمران جو بابائے قوم پیٹرس لوموبا کے قاتل اور سامراجیوں کے ایجنٹ تھے، انہوں نے ایم۔ پی۔ ایل۔ اے کے کارکنوں پر تشدد شروع کردیا اور ان کے کام میں رکاوٹیں پیدا کردیں۔ پھر نومبر 1963ء میں ان کو کانگو سے باہر نکال دیا چنانچہ ڈاکٹر نیتو اور ایم۔ پی۔ ایل۔ اے کے دیگر کارکن سرحد پار کرکے کانگو (برازاویل) پہنچے جو ابھی فرانس سے آزاد ہوا تھا۔ انہوں نے برازاویل میں اپنا نیا ہیڈکوارٹر قائم کیا۔ 1964ء میں باقاعدہ مسلح جنگ برائے آزادی کا آغاز ہوا۔

آگیستینیو تحریک آزادی کی مجموعی سیاسی رہنمائی کرنے، ہیڈکوارٹر پر ڈیوٹی دینے، دیگر تحریک ہائے آزادی کے ساتھ روابط رکھنے، سوشلسٹ وغیرہ جانبدار ملکوں سے امداد حاصل کرنے اور دیگر سیاسی و سفارتی مورچوں پر مصروف رہنے کے باوجود وقتاً فوقتاً محاذِ جنگ پر جاتے رہتے تھے اور آزاد علاقوں میں تعمیر نو، تعلیم و صحت کے کام کی نگرانی کرتے تھے۔ تاریک دان بازی ڈیوڈسن نے لکھا ہے کہ انہوں نے آزاد علاقوں میں کامریڈ نیتو کے ساتھ سینکڑوں میل پیدل سفر کیا ہے۔

ڈاکٹر نیتو کی قیادت میں ایم۔ پی۔ ایل۔ اے نے 1966ء میں زیمبیا کی سرحد پر اپنا تیسرا فوجی محاذ کھول دیا جو مسلح جدوجہد کی کامیابی میں ایک سنگ میل ثابت ہوا۔ اس کے بعد ایم۔ پی۔ ایل۔ اے روزانہ نئی فتوحات سے ہمکنار ہوتی رہی اور بہت وسیع علاقے پرتگالی استعماریوں سے آزاد کرالیے گئے۔ 1974ء میں پرتگال میں ایک فوجی انقلاب برپا ہوا اور فاشی حکومت کا خاتمہ کردیا گیا۔ نئی حکومت نے نوآبادیوں کی آزادی تسلیم کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ گنی بساؤ نے تو پہلے ہی یک طرفہ طور پر آزادی کا اعلان کیا ہوا تھا اور چند شہروں کو چھوڑ کر پورا ملک تحریک آزادی کے کنٹرول میں تھا۔ لہذا وہاں انتقالِ اقتدار بہت آسانی سے ہوگیا۔ موزمبیق میں بھی تحریک آزادی فریلمو کی بالادستی قائم تھی اور وہ فاشی نوآبادکاروں کی چند ایک بغاوتوں کو کچلنے کے بعد انقلابی اقتدار مستحکم کرنے میں کامیاب ہوگئی لیکن انگولا کا مسئلہ بہت ہی پیچیدہ تھا۔ یہاں ایم۔ پی۔ ایل۔ اے کے علاوہ دو اور تنظیمیں اقتدار کی دعویدار تھیں اور یہ دونوں اس کے سخت خلاف تھیں۔

صدر نیتو اور ایم۔ پی۔ ایل۔ اے نے تدبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک عبوری مخلوط حکومت قائم کی۔ جب ڈاکٹر نیتو 4 فروری 1975ء کو 15 سال کی جلاوطنی کے بعد لُوآندہ واپس آئے تو لاکھوں لوگوں نے سڑکوں پر آکر گرمجوشی سے ان کا استقبال کیا۔ انگولا کی تاریخ میں اتنا بڑا مظاہرہ کبھی بھی نہیں ہوا تھا۔ یہ بات اب دنیا پر واضح ہوگئی کہ صرف ایم۔ پی۔ ایل۔ اے ہی انگولا کے عوام کی نمائندہ حکومت ہے اور ڈاکٹر آگیستینیو نیتو ان کے ہردلعزیز رہنما ہیں لیکن سامراجیوں نے ان کو چین سے بیٹھنے نہیں دیا۔ غدار رابرٹو ہولڈن اور ہوناس ساومبی نے امریکی سی۔ آئی۔ اے نسل پرست جنوبی افریقی حکومت، موبوٹو اور دیگر رجعت پسندوں کی مدد سے خانہ جنگی کے سے حالات پیدا کردیئے۔ 11 نومبر 1975ء مکمل آزادی کی مقررہ تاریخ تھی۔ اس وقت لُوآندہ اور ملک کے اکثر علاقوں پر ایم۔ پی۔ ایل۔ اے کا مکمل کنٹرول تھا۔ لیکن شمال اور جنوب کے بعض علاقوں پر رابرٹو کی ایف۔ این۔ ایل۔ اے اور ساومبی کی یونیٹا قابض تھیں۔ پرتگالی حکمران انگولا چھوڑ کر چلے گئے۔ ایم۔ پی۔ ایل۔ اے نے حکومت کی باگ ڈور سنبھال لی اور نیتو کو نئی آزاد مملکت کا صدر مقرر کیا۔ یوم

آزادی کا جشن جوش وخروش سے منایا گیا لیکن خانہ جنگی کا بادل سر پر منڈلاتے رہے۔ چند دنوں کے اندر ہی اندر جنوبی افریقہ اور زائر کی باقاعدہ فوجوں نے انگولا میں مداخلت کردی اور آزاد حکومت کے ساتھ جنگ کرنے والے سامبی اور رابرٹو کے دستوں کو مدد پہنچائی۔ امریکی سی۔آئی۔اے مکمل طور پر اس جنگ میں ملوث ہوگئی۔ امریکہ، برطانیہ، فرانس، بیلجیم اور دیگر سامراجی ملکوں سے کرائے کے فوجی بھیجے گئے۔ بھاری مقدار میں اسلحہ اور روپیہ فراہم کیا گیا۔ حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے آزاد حکومت نے اپنے دوستوں کی مدد کی اپیل کی۔ کیوبا نے اپنے رضا کار فوجی بھیجے۔ روس نے اسلحہ فراہم کیا۔ موزمبیق، الجزائر اور دیگر ملکوں نے بھی مدد کی۔

خانہ جنگی اور سامراجی جارحیت نے ایم۔پی۔ایل۔اے کی قیادت کو اس کے سخت ترین امتحان سے دوچار کردیا لیکن وہ اپنی دیانتداری، عوام دوستی، بہادری اور تدبر کی وجہ سے سامراجیوں اور ان کے ایجنٹوں کو فیصلہ کن شکست دینے میں کامیاب ہوگئی۔

اس فتح کی وجہ سے صدر نیتو کا رتبہ بین الاقوامی سیاست میں اور بھی بلند ہوا۔

جنگ سے تباہ شدہ انگولا کی تعمیر نو، ایک نئے ریاستی اقتدار کو مستحکم کرنے، ترقی پسند غیر جانبدارانہ خارجہ پالیسی اختیار کرنے اور دنیا بھر میں انگولا کا وقار بلند کرنے میں ایم۔پی۔ایل۔اے کو جو کامیابیاں حاصل ہوئیں وہ صدر نیتو کی قیادتی صلاحیت، تدبر اور جدوجہد کو خراج ہے۔ اس دوران صدر نیتو کی قیادت میں ایم۔پی۔ایل۔اے کو ایک انقلابی تحریکِ آزادی سے ایک محبت کش ہراول پارٹی میں ارتقا اور بین الاقوامی مزدور تحریک کے ساتھ اس کی وابستگی کامریڈ نیتو اور ان کے رفیقوں کا عظیم کارنامہ ہے۔

آج صدر نیتو انگولا کے عوام اور ہم سب سے جدا ہوگئے ہیں لیکن انگولا کو وہ جس انقلابی سیاسی سمت پر ڈال گئے ہیں، اس کے استحکام کے لئے جو بنیاد فراہم کر گئے ہیں اور امنِ عالم، آزادی وخوشحالی کے لئے جو گرانقدر خدمات انجام دی ہیں، اس کے لئے وہ اپنے عوام اور دنیا بھر کے حریت پسندوں کے دلوں میں ہمیشہ ہمیشہ زندہ جاوید رہیں گے۔